حقیقتِ معراج

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ۔

(بنی اسرائیل ۔ آیت ۱)

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ ؛ وہ ذات پاک ہے ۔ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا ؛ جو اپنے بندے کو رات کے وقت لے گیا ۔ مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا ؛ قابلِ احترام مسجد سے یعنی مسجدِ مکہ معظّمہ سے ، جس میں کعبۃ اللہ شریف ہے ، دور کی مسجد کی طرف ۔ اَلَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ ؛ جس کے اطراف ہم نے برکت دی ۔ یعنی مسجد اقصا کے چاروں طرف برکت ہی برکت ہے ۔ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؛ تا کہ ہم اپنے بندے کو اپنی نشانیاں اور آثارِ قدرت دکھائیں ۔ جب رسولِ خدا ﷺ کے ساتھ اللہ تھا تو پھر معراج کیوں ہوا ؟ فرماتا ہے کہ ہماری قدرت کے کرشمے دکھانے کے لئے ۔ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ؛ بے شک وہی ہے سُننے دیکھنے والا ۔ معراج میں حضرتؐ نے جو کچھ سنا اور جو کچھ دیکھا سب پرتوِ اسمائے الٰہی تھا ۔ اللہ کی سماعت سے آپؐ نے سُنا اور اللہ کی بصارت سے آپؐ نے دیکھا ۔

ترجمہ :- پاک ہے وہ ذات جو ایک رات اپنے بندے کو باحرمت مسجد سے (یعنی مسجدِ کعبہ سے) مسجدِ اقصا (یعنی بیت المقدس) کی طرف لے گیا جس کے اطراف ہم نے برکت دی ہے (ابراہیم علیہ السلام اور دوسرے بہت سے پیغمبر اور موسیٰ علیہ السلام بھی وہیں پیدا ہوئے تھے) تا کہ ہم اُسے اپنی نشانیاں

دکھادیں بے شک وہ دیکھنے سُننے والا ہے۔ (بالذات صفات اسی کی ہیں۔تم کیا کر رہے ہو اور کیا کہہ رہے ہو اس سے اللہ باخبر ہے، سمیع و بصیر ہے)۔

صاحبو! معراج شریف کے متعلق بہت سی قابلِ تفصیل باتیں ہیں۔مُشتے ازخروارے، ہم بھی لکھتے ہیں۔کیا معراج کا ہونا ممکن ہے؟ بے شک ممکن ہے جس طرح جبرئیلؑ کا اُترنا حق ہے، اس عالم میں صورت شکل لے کر آنا ممکن ہے۔حضرت رسولِ خدا محمد مصطفٰے ﷺ کا اس عالم سے عروج فرما کر لوازمِ بشری کو چھوڑ کر دربارِ رب العزت میں پہنچنا بھی حق ہے۔بے صورت جبرئیل کا باصورت ہوجانا، باصورت آنحضرتؐ کا بے صورت ہوجانا کچھ دشوار نہیں، لائق انکار نہیں۔ذرا اتنا تو سوچو کہ ہم جو اس دنیا میں ہیں، مادی ظلمتوں میں گرفتار ہیں، کیا اس سے پہلے عالمِ مثال میں نہ تھے۔کیا اس سے پہلے ہم عالمِ ارواح میں نہ تھے۔کیا اس سے پہلے ہم علمِ الٰہی میں نہ تھے؟ بے شک تھے۔کیا ہم جو زمانہ اور مادے کے زندان میں گرفتار ہیں اب عالمِ مثال میں نہیں رہے یا عالمِ ارواح میں نہیں رہے؟ ہماری ''اَنَــا'' سچ پوچھو تو مادیات اور لواحقِ مادیات دونوں سے جُدا ہے۔ہم جس طرح اس دنیا میں معلوم ہوتے ہیں مافوق عوالم میں بھی ہیں۔پھر رسولِ خدا ﷺ کا معراج میں تشریف لے جانا اپنے قدیم محل کی طرف رجوع کرنا ہے۔

معراج شریف کب ہوا؟ رسالت سے پانچویں سال ہوا۔معراج شریف کہاں ہوا؟ آپؐ مکہ معظمہ میں حضرت علیؓ کی بہن ام ہانیؓ کے گھر میں تھے وہاں سے مسجدِ حرام میں آکر استراحت فرمائے۔اَسْریٰ بِعَبْدِہٖ سے معلوم ہوتا ہے کہ معراجِ شریف میں رات کے وقت رسولِ خدا ﷺ کو اللہ اپنے ساتھ لے گیا۔معراج رات کو کیوں ہوا؟ مذہبی کاموں کا دار و مدار علمِ غیب پر ہے۔بے دیکھے یقین کرنا ہی کمال ہے۔اگر دن کو معراج ہوتا تو سب کو یقین آجاتا۔حضرت ابوبکر صدیقؓ اور ابوجہل میں مابہ الامتیاز کیا رہتا۔

اَسْریٰ بِمُحَمَّدٍ کیوں نہیں ہے اور بِعَبْدِہٖ کیوں ہے؟ انسان کو جتنا عروج ہوتا ہے اس کی عبدیت کی وجہ سے ہوتا ہے۔جس کی جتنی عبدیت اتنا ہی اس کا مرتبہ اور اس کا

عروج ۔ بِعَبْدِہٖ سے گویا معراج کی علت اور سبب بیان کیا گیا ہے اور یہ بھی کہ عبداللّٰہِ کامل صرف حضرت رسولِ خدا ﷺ ہیں ۔ اَسْریٰ شب رَوی کو کہتے ہیں ۔ پھر لَیْلاً کیوں؟ یہہ بتانے کے لئے کہ شب بیداری میں خاص سرفرازیاں ہیں ۔ بعض عاشقانِ محمدیؐ کا خیال ہے کہ معراج اگر دن میں ہوتا اور آنکھوں کے سامنے سے جسدِ مبارک غائب ہوجاتا تو عاشقانِ دیدارِ نبوت تڑپ تڑپ کر جان دے دیتے ۔ بِعَبْدِہٖ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ معراج مبارک جسمانی ہوا ۔ کیونکہ جہاں جہاں عبد کا لفظ آتا ہے وہاں وہاں جان وتن کا مجموعہ مُراد ہوتا ہے نہ کہ صرف جان و روح ۔ کیا معراجِ مبارک جسمانی ہوا یا روحانی؟ ۔ جسمانی بھی ہوا اور روحانی بھی ۔ جب تک عالمِ اجساد میں تھے جسمانی معراج تھا ۔ جب آپ نے عالمِ علوی کی طرف توجہ فرمائی آپؐ کا جسمِ مبارک اسی کے لائق ہوگیا اور معراجِ روحانی ہوا ۔ ہم نے ابھی بیان کیا ہے کہ بے صورت غیر مادّی جبرئیلؑ کا مادّی صورت میں آنا اور آنحضرتؐ کا مادّہ کو چھوڑ کر غیر مادی ہوجانا کچھ زیادہ مشکل نہیں ۔ روحانی معراج تو ہمیشہ ہی ہوا کرتا تھا ۔ روحانی معراج تو غلامانِ محمدیؐ کو بھی ہوتا ہے ۔ جن پر عالمِ مثال منکشف ہوگیا ہے وہ کیا نہیں دیکھتے ۔؟ وارثانِ حضرتِ رسالت والنبوتؐ کو معراجِ جسمانی نہ سہی نعلینِ نبویؐ کے صدقہ سے معراج روحانی ہوجاتا ہے ۔

مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسجدِ کعبہ مسجد بیت المقدس سے زیادہ بااحترام ہے ۔ ایک نماز مسجدِ کعبہ میں پڑھی جائے تو اس کا مسجدِ اقصا سے زیادہ اجر ملتا ہے ۔ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ بِبَکَّۃَ سے ثابت ہوتا ہے کہ سب سے پہلا معبدِ الٰہی کعبۃ اللہ شریف اور اس کی مسجد ہی ہے ۔ عام لوگ سمجھتے ہیں کہ کعبۃ اللہ شریف کو ابراہیم علیہ السلام نے بنایا ۔ اَوَّلَ بَیْتٍ سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ سب سے پہلی عبادت گاہ کعبہ ہے جہاں عرفات میں آدم وحوا ملے ہیں ۔ جہاں اُمّنا حَوَّاء کی قبر مبارک ہے ۔ سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ حبیبِؐ خدا کا جسدِ مبارک وہیں کی مٹی کا ہے ، اسی خاکِ پاک کا ہے ۔ پہلے مسجدِ اقصا کی طرف معراج میں آنحضرت (ﷺ) کیوں پہنچے؟ وہاں تمام پیغمبر تھے ، ان سے ملاقات بھی ضروری تھی ۔ ان کے کمالات پر سے گزرنا بھی ضروری تھا ، مسجد

اقصا کی برکتوں سے بھی مالا مال ہونے کی حاجت تھی ۔ پھر اس کے بعد کمالاتِ محمدی کی سیر ہے ۔ قدرتِ خداوندی کے کرشمے ہیں اور آثار و اسرار کے مطالعہ سے سرفراز ہونا ہے ۔ معراج شریف کے متعلق گونہ تفصیل سورۂ وَالنَّجْمِ میں ہے ۔)

(ماخوذ از تفسیرِ صدیقی ۔ پارہ ۱۵ ۔ سورہ بنی اسرائیل)

زمین پر پتھر کا ایک گولہ پڑا ہوا ہے ۔ ایک شخص آتا ہے اور اس کو اٹھا لیتا ہے اس کے پاس ہی دوسرا گولہ اور پڑا ہوا ہے جو پہلے گولے سے وزن میں دوگنا ہے ۔ اس کو اٹھانے کے لئے زور لگاتا ہے ۔ بیچارہ زور لگاتا لگاتا تھک گیا ، گولہ نہ اٹھا پر نہ اٹھا۔ دوسرا آدمی آتا ہے اور اس آدمی کے عجز کو دیکھ کر ہنستا ہے۔ گولے کے نیچے لوہے کے ایک مخل کے سرے کو لگاتا ہے تھوڑے فاصلے پر ٹیکن دے کر مخل کے دوسرے کنارے پر زور لگاتا اور اپنا وزن ڈالتا ہے پتھر بڑی سہولت سے اٹھ جاتا ہے ۔ ایک مسمیریزم والا آتا ہے اور صرف اپنی نظر اس پر ڈالتا ہے اور وہی گولہ زمین سے معلق کھڑا ہو جاتا ہے ۔ ذرا غور کرو پہلا شخص گو وہ انسان ہی ہے مگر وہ اپنے آپ کو حیوان سمجھتا ہے، اپنی قوتِ عقل سے واقف نہیں اس لئے اس سے کام نہیں لیتا ۔ دوسرا اپنے آپ کو عاقل انسان سمجھتا ہے اس لئے اس نے اپنی عقل سے کام لے کر اس پتھر کو اٹھا لیا جس کو اپنے آپ کو حیوان سمجھنے والا آدمی اٹھا نہ سکا۔ تیسرا شخص اپنے میں روحانی قوت پاتا ہے اور اس سے کام لیتا بھی ہے، مگر بہت ادنیٰ درجہ کی روحانی قوت ۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: کوئی ہے جو بلقیس کے تخت کو اس کے یہاں پہنچنے سے پہلے لا لے۔ عفریت نے جو قوم جن سے تھا کہا کہ میں اس تخت کو آپ اپنے مقام سے اٹھنے سے پہلے لے آتا ہوں ۔ آصف بن برخیا وزیر حضرت سلیمانؑ نے کہا کہ میں چشم زدن میں بلقیس کا تخت حاضر کرتا ہوں ۔ دیکھو! آصف بن برخیا نے خود کو کچھ سمجھا تو اپنی قوت کو اجنہ کی قوت سے بہت زیادہ پایا۔ طرفۃ العین میں تخت بلقیس کو سینکڑوں کوس سے اٹھا لایا۔ نہ دیوار مانع ہوئی نہ در ۔ افسوس ہم نے کبھی کوشش نہیں کی کہ سمجھیں کہ ہم کون ہیں، ہماری قوتیں کیا کیا ہیں اور کس پیمانہ پر ہم اپنے آپ کو گوشت اور ہڈیوں کا مجموعہ سمجھتے

ہیں ۔ اس لئے ہم سے اتنے ہی آثار و افعال نمایاں ہوتے ہیں ۔ اپنا پتہ جتنا زیادہ لگاتے اتنے ہی ہم زیادہ کام کے ہوتے ۔

اس سے بڑھ کر ہو گیا جہالت　　　اب تک نہ کھلا کہ کون تو ہے　　(حسرتؔ صدیقی)

آؤ ! ذرا اپنے پر پھر ایک سرسری نظر ڈالیں ۔ آدمی اپنے پر غور کرتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا وزن ہے، وہ جگہ گھیرتا ہے، کاٹو تو کٹتا ہے، یہ تو تمام مادّے کے خواص ہیں، ان میں لکڑی پتھر بھی تو شریک ہیں ۔ طول، عرض، عمق میں طبعی طور پر بڑھتا ہے یعنی نامی ہے ۔ کیا درخت اس طرح نہیں بڑھتے ؟ چلتا پھرتا ہے حِس رکھتا ہے ۔ بیل، گائے بھی تو چلتے پھرتے حِس رکھتے ہیں اور حرکت کرتے ہیں ۔ آدمی عقل رکھتا، سوچتا سمجھتا ہے ۔ عقل و ادراک کیا مادّے کی صفت ہے ۔ مادّے کا خاصہ تو استمرار ہے ۔ ساکن ہے تو ہمیشہ ساکن جب تک کوئی حرکت نہ دے ۔ متحرک ہے تو دائماً متحرک جب تک کوئی ساکن نہ کرے ۔ پھر یہ بلا ارادہ حرکت و سکون کیسا ۔ عالم مادّی کا تو یہ خاصہ نہیں لہذا ہمارا اپنے آپ کو مادّی سمجھنا چاند پر خاک ڈالنا ہے ۔ ع

تنم غبارِ رُخِ جانِ باصفائے من است　　　(حسرتؔ صدیقی)

ہے خاک میں ملایا اس پستی نظر نے　　　اے شاہ بازِ معنی سدرہ مقام تیرا
گر آپ کو بھلادے نام ونشان مٹادے　　　سرنامۂ کتابِ ہستی ہو نام تیرا

(حسرتؔ صدیقی)

آؤ ! ہم اپنے آپ پر ایک اور تحقیقی نظر ڈالیں ۔ جب ہم تولد ہوئے تھے تو ہاتھ بھر سے بھی چھوٹے تھے، چند پونڈ وزن تھا ۔ پھر بڑھتے بڑھتے عنفوانِ شباب کو پہنچے ۔ پھر پورے جوان ہوگئے ۔ پھر جوانی ڈھلنے لگی ۔ میں تو ادھیڑ ہوگیا بلکہ بڑھاپے کی وادی میں قدم رکھ چکا ہوں ۔ اس عرضِ مدت میں کیا کیا طور بدلے، کیسے کیسے رنگ بدلے، وزن کچھ کا کچھ ہوگیا، جسم کا مردہ حصہ کاربانک ایسڈ گیس بن کر تنفس سے نکلتا گیا اور غذا نے تلافی مافات اور بدلِ ما یتحلل کیا اب ابتداء سے تولد کے زمانے کے کچھ ذرے رہ گئے ہوں تو ممکن ہے مگر مشہور تو یہ ہے کہ سات یا بارہ سال میں جسم بالکل نیا ہوجاتا ہے ۔ خیر کچھ ہی ہو

لیکن میں تو وہی عبدالقدیر صدیقی ہوں خواہ جسم پہلا رہے یا نہ رہے ۔ بچہ تھا یا جوان، ادھیڑ ہوں یا بوڑھا، میری انانیت میں کوئی فرق نہیں ۔ سب صورتیں، اطوار، احوال میرے ہی ہیں مگر الحق میں تو ان سب صورتوں سے پاک ہوں، میری انانیت کو کوئی صورت یا حالت لازم ہوتی تو پھر کوئی اور حالت بدل ہی نہیں سکتا مگر واقعہ اس کی تصدیق نہیں کرتا۔

سائینس و فلاسفی سے ہے کیا حاصل　　کیا ہے لاجک و ہسٹری کا حاصل
جب اپنی حقیقت کو نہ سمجھا تم نے　　جو کچھ کہ لکھا پڑھا وہ سب لاحاصل

(حسرتؔ صدیقی)

آؤ! ایک اور ذرا تدقیقی نظر ڈالیں ۔ ہم کوس دو کوس کے فاصلہ پر جاتے ہیں تو وقت درکار ہوتا ہے ۔ سنتے ہیں تو ہوا کے تموج کی ضرورت ہوتی ہے ۔ دیکھتے ہیں تو آفتاب یا ستاروں یا چراغ کی ضرورت ہوتی ہے ۔ کسی نہ کسی جہت میں ہماری نظر پڑتی ہے جب ہم چراغ بجھا کر حجرے میں آنکھ بند کر کے سوجاتے ہیں تو ایک اور ہی عالم ہمارے سامنے آجاتا ہے ۔ ہم مکہ معظمہ، مدینہ منورہ میں یا لندن و پیرس میں پہنچتے ہیں ۔ بزرگوں سے ملتے ہیں یا اپنے دوست آشنا سے ملاقات کرتے ہیں بلکہ بعض دفعہ تو ہم کو قبل از وقت بہت سے واقعات معلوم ہوجاتے ہیں۔ دیکھو اس دیکھنے کے لئے نہ ضیاءِ شمس کی ضرورت ہے نہ سننے کے لئے تموجِ ہوا کی، نہ چلنے کے لئے جسم کی حرکت کی ۔ ان اجسامِ مثالی کا نہ وزن ہے نہ وہ متحیز اور جگہ گھیرتے ہیں ۔ آنکھیں بند ہونا ہی تھا کہ سینکڑوں کوس پر پہنچ گئے ۔ نہ وہاں مدت درکار ہے نہ دنیوی زمانے کی وہاں گنجائش ہے ۔ وہاں نہ بعدِ مکانی ہے نہ زمانی ۔ خواب مختلف قسم کے پڑتے ہیں ۔ بعض تعبیر طلب ہوتے ہیں، بعض رویائے صادقہ، بعض اضغاثِ احلام یعنی واہی تباہی خواب ہوتے ہیں ۔ خواب کی خوبی و زشتی، صحت و صدق کا معیار اپنی توجہ پر موقوف ہے ۔ آدمی کا خیال اسفل کی طرف مائل ہوتا ہے تو اسفل ہی کا خواب پڑے گا ۔ اعلیٰ کی طرف، تو خواب میں اعلیٰ چیز ہی نظر آئے گی ۔ جو مَن میں بسے وہ سپنے میں دِسے ۔ نفس میں کسی شئے کا میلان یا کراہت ہوگی تو اپنی طرف سے وہ حسبِ مرضی کمی زیادتی کردے گا اور وہ خواب صدق سے دور ہوجائے گا ۔ اگر نفس ساکن ہوگا، کسی قسم کی حرکت نہ کرے گا تو خواب

کفلقِ الصبح ہوگا۔ چونکہ پیغمبر معصوم ہوتا ہے اور اس کا نفسِ مطمئنہ رہتا ہے لہذا اس کا خواب بھی وحی کا حکم رکھتا ہے جس طرح انسان کا ایک شخصی خیال رہتا ہے جس میں نفسِ ناطقہ داخلی خارجی اشیاء جوہر و عرض سب کو مصور بنا کر مطالعہ کرتا ہے۔ اسی طرح انسانِ کبیر یعنی تمام عالم کا ایک خیال ہے جس کو عالمِ مثال کہتے ہیں۔ اس میں تمام اشیاء نمودار ہوتی ہیں۔ انسانِ صغیر کا خیال خیالِ متصل اور انسانِ کبیر کا خیال یعنی عالمِ مثال خیالِ منفصل کہلاتا ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ ظاہر میں اعراض معاونی کی کوئی صورت نہیں مگر جب یہ بے صورت معانی خیال میں آتے ہیں تو کوئی نہ کوئی مناسب صورت لے لیتے ہیں۔

رسولِ مقبول ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ دودھ نوشِ جان فرما رہے ہیں اور اس کا بقیہ حصہ آپؐ نے حضرتِ عمرؓ کو دیا۔ اس کی تعبیر آپ نے یہ دی کہ وہ علمِ لدنی ہے جس میں سے کچھ حصہ آپؐ نے فاروقِ اعظمؓ کو دیا۔ ظاہر ہے کہ علم غیر محسوس شئے اور معانی میں سے ایک معنی ہے جس کی کوئی صورت نہیں مگر جب وہ عالمِ خیال میں آیا تو آخر دودھ کی صورت لے ہی لی مگر کیا اس سے علم کے حقیقتاً بے صورت ہونے میں کچھ فرق آ سکتا ہے؟ نہیں۔ بڑا ہی بے معنی ہے وہ شخص جو صورت سے معنی کی طرف نہیں جاتا یا معنی کی صورت میں مقید کر دیتا ہے۔ دیکھو! جب ہم یہ کہتے ہیں کہ مجہولِ مطلق پر کسی قسم کا حکم نہیں لگا سکتے یعنی جس کو ہم کچھ بھی نہیں جانتے اس پر کسی قسم کا حکم نہیں لگا سکتے۔ ذرا خوب غور کرو کہ لفظِ مجہولِ مطلق کو جو ایک معلوم موجود فی العقل لفظ و مفہوم ہے، ایسے نامعلوم کے لئے عنوان بناتے اور اس کے ذریعہ ایسی ذات پر حکم لگاتے ہیں جو عقل میں موجود نہیں۔ بہرحال عالمِ مثال و تشبیہ میں کسی شئے کا صورت لینا حقیقتاً بے صورت ہونے پر کوئی اثر نہیں ڈالتا۔ یہ دنیا جس کو تم حقیقی و واقعی شئے سمجھ رہے ہو، یہ بھی ایک خواب ہے۔ اَلنَّاسُ نِیَامٌ اِذَا مَاتُوْا اِنْتَبَھُوْا لوگ سو رہے ہیں۔ جب مر گئے تو متنبہ ہوں گے۔ اس وقت جاگنے میں سو رہے ہیں مر و گے تو آنکھیں کھلیں گی اور اس خواب کی تعبیر دیکھو گے کہ کیا ہوگی۔ یہ دنیا بھی کسی اگلے خواب کی تعبیر ہے۔ عقل پاک ہوتی تو کسی گذشتہ خواب کی طرف رجوع کرتے۔

کیسی پیاری شکلیں دکھلاتا ہے نقاشِ خیال
لوحش اللہ ہوگئے ہیں روکشِ بت خانہ ہم (حسرت صدیقی)

یہ خواب در خواب ہے۔ بیرونی خواب اندرونی خواب کی تعبیر ہے۔

سوفسطائی کہ از خرد بے خبراست گوید عالم خیالے اندر گزراست
آرے عالم خیالے اندر گزراست پیوستہ درو حقیقتے جلوہ گراست

اب میں اصل مقصود معراج مبارک کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

(معراج نبویؐ کے متعلق ابوجہل اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حالت یہ آیت بتلاتی ہے۔ وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی وَالنَّھَارِ اِذَا تَجَلّٰی - (الیل۔ ۲۱)

ابوجہل کو کبھی تصدیق نہ ہوئی اور ابوبکر صدیق کو کبھی شک و شبہ نہ ہوا۔ معراجِ شریف کے بعد ابوجہل، جناب صدیق اکبرؓ کی خدمت میں گیا اور کہنے لگا کہ اب تو تمہارے پیغمبر بیت المقدس کو جانے اور عرش اعظم پر اپنے کو معراج ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ کیا اب بھی تم ان کی تصدیق کروگے؟ جناب صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ مجھے تصدیق میں کیوں تردد ہونے لگا جب کہ میں یقین رکھتا ہوں کہ روزانہ جبرئیل امین خدمتِ حبیبِ خداﷺ میں حاضر ہوتے اور وحیِ خداوندی پہنچاتے ہیں۔ اس ایک قَلّ و دَلّ جواب پر غور کرو تو معراجِ شریف کے متعلق کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے گا۔ یہ لطیف جواب ہی تو تھا جس نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حبیبِ خدا سے صدیقِ اکبر کا خطاب دلوایا۔ حضرت کو معراج جسمانی ہوسکتا ہے۔ جبرئیلؑ کا جو روح ہیں دِحیہ کلبی کی شکل میں عالمِ ناسوت میں آنا کیا اس سے زیادہ عجیب نہیں ہے کہ حضرتؐ جو روح الارواح ہیں پھر عالمِ ارواح میں پہنچ جائیں۔ کیا پروردگار عالم کا دیدار عرشِ اعظم پر حضرت کو ہوا؟ جبرئیل جب ناسوتی شکل نہ رکھتے تھے او[ر] اس عالمِ ناسوت میں تمام صحابہ کو نظر آگئے اور ان کے روح ہونے میں کچھ فرق نہ آیا تو [کیا] خدائے تعالیٰ کی تجلی عرشِ اعظم پر حضرتؐ کے سامنے ہو تو اس کی بے رنگی میں کچھ فرق [پیدا] بھی کرسکتی ہے؟

حضرتؐ اس سرعت سے بیت المقدس اور عرش بریں کو کیونکر پہنچے؟ جبرئیلؑ اس سرع[ت]

سے عالمِ ارواح سے عالمِ ناسوت کو کیونکر روزانہ آیا کرتے تھے۔ خدائے تعالیٰ بے جہت ہے دیکھنے کے لئے جہت کی ضرورت ہے اور وہ اس سے پاک ہے۔ جبرئیل بھی تو ناسوت کے اعتبار سے بے جہت تھے وہ اس عالم میں آئے تو جہت ان کو بھی لاحق ہوگئی۔ اگر حضرتؐ عالمِ ملکوت میں پہنچ کر اس کے اقتضاء کے موافق بے جہت ہوجائیں اور خدائے تعالیٰ کا بے جہت دیدار ہو تو کیا دشوار ہے۔ جناب عیسیٰ علیہ السلام جب تک عالمِ ناسوت میں تھے کھاتے پیتے جاگتے سوتے تھے۔ ان کو دوسرے بشری عوارض لاحق ہوتے تھے۔ اب سماء ثانیہ دوسرے آسمان میں ہیں تو یہ عوارض بھی ان سے زائل ہوگئے۔ ہر عالم کا ایک اقتضاء ہوتا ہے جس کے مطابق عوارض ولواحق متعلق ہوتے ہیں۔ جب وہ عالم ہی نہ رہا تو اس کے عوارض بھی نہ رہے۔ مادّی حالت پر غیر مادی قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔

اب میں آیتِ کریمہ کے لطائف بیان کرتا ہوں۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا ۔ پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو رات کو لے گیا۔ خدائے تعالیٰ نے ابتداء ہی میں "پاک" ہے اس لئے فرمایا کہ ناواقف دیدار معراج کو خدائے تعالیٰ کی تنزیہ و بے چونی کے خلاف نہ سمجھے۔ معراج شریف کے رات کو ہونے میں یہ فائدہ ہے کہ ایمان بالغیب ہی تصدیق کا معیار ہے۔ پروانہ ہائے نبوت کو پریشانی نہ ہو۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھو کہ ھو الظاھر کا جلوہ دن سے اور ھو الباطن کا رات سے مناسبت رکھتا ہے اسی لئے اشغالِ باطنہ رات کو زیادہ مفید ہوتے ہیں۔ بعبدہ میں کی بـــا معیت پر دلالت کرتی ہے یعنی حضرتؐ کو اللہ تعالیٰ کی معیت پہلے ہی سے تھی۔ یہ نہیں کہ معراج سے پہلے کچھ بُعد تھا اور معراج میں عرش ہی پر قرب ہوا۔ نہ گذشتہ معیت سے خدائے تعالیٰ کی تنزیہ پر کوئی اثر پڑتا تھا نہ عرش کے قرب سے اس کی بے چونی میں کوئی تغیر لازم آتا ہے۔ عبد کا لفظ اس لئے بیان فرمایا کہ سب سے افضل صفت عبدیت ہی ہے۔ خدائے تعالیٰ نے تمام عالم کو اظہار عبودیت کے لئے ہی پیدا کیا ہے کیونکہ عبد ہی پر رب کے صفات نمایاں ہوتے ہیں۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (والـــذاریـــات ۵۶)۔ نیز رسالت میں خدا کے ساتھ اُمت کا بھی لحاظ ضرور ہوتا ہے

عبدیت میں صرف رب سے نسبت ہوتی ہے ۔ نیز معراجِ شریف میں کوئی تبلیغی کام بھی متعلق نہ تھا ۔ محبوبیت بھی ایک وصفِ خاص ہی میں نمایاں ہوتی ہے ۔ عبدیت ہی ہے جو ہر رنگ میں ظاہر ہوتی ہے ۔ ''عبد'' اپنے کمالِ احتیاج الی الرب کی وجہ سے روح ، مثال ، جسمِ ناسوتی پر صادق آتا ہے جو معراجِ جسمانی پر دال ہے ۔ بِعَبْدِہٖ میں اپنی ذاتِ پاک کی طرف نسبت کی ہے جو حضرتؐ کے عَبْدُاللّٰہ ہونے پر دال ہے نیز بِعَبْدِہٖ میں اظہارِ علیت اسراء ہے یعنی کمالِ عبدیت کی وجہ سے حضرتؐ کو معراجِ جسمانی سے سرفرازی ہوئی اور آپ جسمِ ناسوتی تک جس طرح روح سے نزول فرماتے آئے اسی طرح پھر ناسوت سے عروج کرتے کرتے روح کو پہنچ گئے اور وہاں قوسِ اعلائے دائرۂ وجود یعنی الوہیت اور قوسِ اسفلِ دائرۂ وجود یعنی عبودیت دونوں ایک دوسرے سے مل گئے ۔ عبدیت سے اس امر کی طرف اشارہ بھی ہے کہ غلامانِ دربارِ نبوت اگر اپنے آقا کی بندگی میں اتباع کریں گے تو انہیں ان کے لائق معراج یعنی روحانی و کشفی ترقی اور اُعْبُدِ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ (اللہ کی عبادت کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو) سے سرفراز اور ممتاز ہوں گے ۔

مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ ۔ مسجدِ حرام یعنی مسجدِ کعبۂ معظّمہ سے مسجدِ بیت المقدس کی طرف لے گیا جس کے اطراف ہم نے برکت دی ہے حضرت کو خدائے تعالیٰ نے پہلے کمالاتِ ابراہیمی کی تفصیلی سیر سے مشرف کیا اس لئے آپ مسجدِ کعبہ معظّمہ میں تھے ۔ پھر کمالاتِ دیگر انبیاء اولوالعزم کی سیر سے ممتاز فرمایا اس لئے آپ کو بیت المقدس کی طرف لے گیا جہاں ان حضراتؑ کے قبور متبرکہ ہیں پھر کمالاتِ ذاتِ محمدؐی کی سیر کرائی اور فوق عرشِ اعظم تک عروج ہوا ۔ اس تقریر سے غالباً سِرِّ تبدیلِ قبلہ منکشف ہو گیا ہوگا کہ پہلے کعبہ معظّمہ قبلہ بنا پھر بیت المقدس پھر کعبہ معظّمہ مگر نوبتِ ثانیہ میں کعبۂ ابراہیمی کعبۂ محمدؐی ہو گیا تھا ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی عَبْدِہٖ وَحَبِیْبِہٖ وَنَبِیِّہٖ وَمُصْطَفَاہُ ۔ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا تاکہ ہم اپنے بندے کو اپنی نشانیاں دکھائیں ۔ اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ ہزار تجلیات دکھائے جائیں مگر ذاتِ قدسی سماتِ خداوندی ، حیطہ ادراکِ بشری سے پاک ہی رہتی ہے ۔ اس کی تنزیہ ذات پر کوئی داغ نہیں لگتا

وہ اس وقت بھی ؎

اے برتر از قیاس و خیال و گمان و وہم
وز ہر چہ دیدہ ایم و شنیدیم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بہ پایاں رسید عمر
ما ہم چناں در اوّل وصفِ تو ماندہ ایم

(سعدیؔ)

وہ اب بھی لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۔ (انعام ۔۱۰۴) ہے ۔ وہ اب بھی اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِيْطٌ ۔ (شوریٰ ۔ ۴۵) ہے ۔ وہ اَلْاٰنَ كَمَا كَانَ ہے ۔

(اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۔ اگر ضمیر اللہ جل جلالہ کی طرف رجوع کریں تو معنی یہ ہوں گے کہ چونکہ بندہ کی کیا مجال کہ آقا سے کسی امر میں دعوائے شرکت کر سکے ۔ موجود ہمیشہ موجود رہے گا اور معدوم ہمیشہ معدوم اس لئے عیستِ ہست نما میں جو کچھ ہے ہستی حقیقی کا ہے ۔ بندے میں جو کچھ صفات ہیں وہ سب پروردگار کے ہیں لہذا بالحقیقۃ وہی سننے والا ہے ، وہی دیکھنے والا ہے یا یہ معنی ہیں کہ جب تک فنائیت نہ ہو دیدارِ حق سے کوئی مشرف نہیں ہوسکتا ۔ خدا ہی اپنے آپ کو دیکھتا ہے نہ کہ کوئی اور ۔ اگر ضمیر حضرتؐ کی طرف راجع ہو تو یہ معنی ہوں گے ۔ چونکہ ہر شخص اپنی نسبت کو جو حق تعالیٰ سے ہے دیکھتا اور سنتا ہے اور اپنی حقیقت و عین سے کبھی باہر نہیں نکل سکتا اور تمام نسبتوں کا مرکز و منبع نسبتِ محمدؐی ہے اور تمام حقائق و اعیان کا مرجع حقیقت و عین محمدؐی ہے لہذا حضرتؐ ہی اپنی نسبت و حقیقت کو دیکھتے اور سنتے ہیں ۔

نہ اٹھا ہے نہ اٹھے گا کبھی یہ بیچ سے پردہ
تو اے نورِ خدا بے شک نقابِ روئے وحدت ہے
میں یہ عینک لگا کر جس کو چاہوں دیکھ لیتا ہوں
اگر یہ آنکھ پر عینک نہ ہو پھر نور ظلمت ہے)

(حسرتؔ صدیقی)

۳

معراجِ سیدِ کائناتؐ کے متعلق چند امور قابلِ تنقیح خیال کئے گئے ہیں :

۱۔ کیا معراجِ مبارک جسمانی ہوا یا مثالی و کشفی یا منامی یعنی خواب میں؟

۲۔ معراجِ مبارک کہاں تک ہوا؟ کیا بیت المقدس تک یا عرشِ اعظم تک؟

۳۔ کیا سید المرسلین کو رویت سے سرفرازی ہوئی یا نہیں؟

ہم تیسرے امر تنقیح طلب سے پہلے بحث کریں گے کیونکہ ہماری نظر میں یہ امر اور اُمور سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ اس مسئلہ میں سب سے بڑا استدلال جو کیا جاتا ہے وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے:

عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا: یَا اُمَّتَاهْ هَلْ رَاٰی مُحَمَّدٌ ﷺ رَبَّهٗ فَقَالَتْ لَقَدْ قَفَّ شَعْرِیْ مِمَّا قُلْتَ اَیْنَ اَنْتَ مِنْ ثَلٰثٍ مَنْ حَدَّثَهُنَّ فَقَدْ كَذَبَ مَنْ حَدَّثَكَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَاٰی رَبَّهٗ فَقَدْ كَذَبَ ثُمَّ قَرَأَتْ:

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ یُدْرِكُ الْاَبْصَارَ! وَمَنْ حَدَّثَكَ اَنَّهٗ یَعْلَمُ مَا فِیْ غَدٍ فَقَدْ كَذَبَ ثُمَّ قَرَأَتْ: وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا! وَمَنْ حَدَّثَكَ اَنَّهٗ كَتَمَ شَیْئًا مِنَ الْوَحْیِ فَقَدْ كَذَبَ ثُمَّ قَرَأَتْ۔ یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ۔ الْاٰیَةَ۔ وَلٰكِنَّهٗ رَاٰی جِبْرِیْلَ فِیْ صُوْرَتِهٖ مَرَّتَیْنِ۔

(اخرجه الشيخان والترمذی)

ترجمہ: مسروقؒ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا، اماں جان! کیا محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ اُم المؤمنین نے فرمایا تم نے جو کچھ کہا اس سے تو میرے بدن پر رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ ان تین باتوں سے تم کہاں ہو (یعنی کیا تم کو ان کا علم نہیں؟) جس نے ان کو بیان کیا اس نے جھوٹ کہا۔ جس نے تم سے بیان کیا کہ محمدؐ نے اپنے رب کو دیکھا ہے اس نے جھوٹ کہا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ ابصار اس کو اِدراک نہیں کرتے وہ ابصار کو ادراک کرتا ہے۔ اور جس نے تم سے یہ بیان کیا کہ حضرتؐ جانتے تھے کہ کل کیا ہونے والا ہے، اس نے جھوٹ کہا پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ کوئی نفس نہیں جانتا کہ کل کیا کمائے گا اور جس نے تم سے بیان کیا کہ حضرتؐ نے کوئی وحی چھپا رکھی اس نے جھوٹ کہا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔

اے رسول جو تم پر نازل ہوا ہے تم اس کو پہنچا دو ۔ الایۃ ۔ مگر حضرتؐ نے جبرئیل کو ان کی صورت میں دو مرتبہ دیکھا ہے ۔ (اس حدیث کو بخاری مسلم اور ترمذی نے روایت کیا)

اس حدیث پر غور کرو جناب عائشہ رضی اللہ عنہا کوئی حدیث روایت نہیں کرتی ہیں بلکہ آیت کی تفسیر فرماتی ہیں اور اسی سے استدلال کرتی ہیں لہذا ہم کو چاہیے کہ اسی آیت پر غور کریں ۔ یہ آیت معراج شریف ہی سے متعلق نہیں بلکہ مطلقاً ادراک سے متعلق ہے ۔ اولاً اس آیت سے جو شئے کی نفی کی گئی ہے وہ ادراک کُنہِ ذات تجلی تنزیہی ہے ۔ اس آیت میں رویتِ تجلیات کی نفی نہیں ہے ۔ ثانیاً ادراک احاطہ کو چاہتا ہے اور رویت احاطہ کو نہیں چاہتی ۔ ثالثاً الابصار کے لام میں حضرتؐ بھی شریک ہیں یا نہیں ۔ اگر لام استغراق کا نہ ہو اور جنس کا ہو تو بعض افراد پر صادق آنا کافی ہے ۔ رابعاً الابصار سے مراد ابصارِ اہلِ دنیا ہیں اور جب حضرتؐ عالمِ بالا میں منتقل ہوگئے تو جو حکم اس عالم کا تھا وہ بھی باقی نہ رہا مثلاً جب عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں تھے تو کھانا پینا سونا اور اس عالم کے دیگر لواحق آپ کو بھی لاحق ہوتے تھے ۔ اب جب کہ آپ عالمِ علوی میں منتقل ہوگئے ہیں تو لوازم بھی باقی نہ رہے یا مثلاً جبرئیل علیہ السلام غیر مرئی ولطیف تھے ۔ جب اس عالمِ کثیف میں آتے تھے تو اس عالم کے لوازم ان کو بھی لاحق ہوجاتے تھے مثلاً اعرابی کی یا دحیہ کلبی کی صورت لباس وغیرہ ۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ جب جن عالمِ شہادت میں سانپ کی شکل لیتا ہے تو اس میں زہر بھی آجاتا ہے اور وہ لکڑی کی ضرب سے مر بھی جاتا ہے ۔ پس جب حضرت سید الاوّلین والآخرینؐ عالمِ علوی میں منتقل ہوگئے تو آپؐ کے ابصار سے ابصارِ عالمِ شہادت کے احکام یعنی جہت تحیز واحتیاجِ نورِ شمس وغیرہ بھی باقی نہ رہے ۔

وَجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۔ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۔ (قیامۃ ۔ ۲۲، ۲۳) ۔ بعض چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے ! اور

كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۔ (التطفیف ۔ ۱۵) ۔ ہرگز نہیں (جیسا کہ وہ خیال کرتے ہیں) وہ تو اپنے رب سے اس دن محجوب رہیں گے ، سے دیدارِ الٰہی ثابت ہوتا ہے ۔ پس ان دونوں آیتوں میں تطبیق اسی طرح ہوسکتی ہے کہ کُنہِ ذات و

مرتبۂ احدیت وتجلی ذاتی ادارکِ بصر سے خارج ہے۔ ہاں تجلیِ صفاتی و تجلی مثالی و تشبیہی ہوسکتی ہے۔ ہماری اس تطبیق کی تائید جناب ابنِ عباسؓ کے قول سے ہوتی ہے: وَفِی رِوَایَۃِ التِّرْمِذِیِّ قَالَ رَاٰی مُحَمَّدٌ رَبَّہٗ قَالَ عِکْرَمَۃُ قُلْتُ اَلَیْسَ اللّٰہُ یَقُوْلُ لَاتُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ قَالَ وَیْحَکَ ذَاکَ اِذَا تَجَلّٰی بِنُوْرِہٖ الَّذِیْ ھُوَ نُوْرُہٗ وَقَدْ رَاٰی رَبَّہٗ مَرَّتَیْنِ۔ (مشکوٰۃ)

ترمذی کی روایت میں ہے کہ ابن عباس نے فرمایا محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا۔ عکرمہ نے کہا میں نے عرض کیا۔ کیا خدائے تعالیٰ نہیں فرماتا لَاتُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ تو عبداللہ بن عباس نے فرمایا! وائے ہے یہ تو جب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس نور سے تجلی فرمائے جو اس ذات کا نور ہے۔ حضرتؐ نے اپنے رب کو دو بار دیکھا۔

ہماری اس تطبیق سے کتنی کش مکش دفع ہوجاتی ہے کہ جتنی آیتیں یا احادیث نفیِ رویت کی ہیں وہ سب شانِ احدیت و تجلیِ ذاتی و کنہِ حقیقتِ حقہ سے متعلق ہیں اور جتنی آیتیں یا حدیثیں ثبوتِ رویت کی ہیں وہ سب مثال اور تجلی صفاتی اور اپنی اپنی نسبت کی طرف رجوع کرتی ہیں۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو بہت سی صحیح حدیثوں سے انکار کرنا پڑتا ہے اور چونکہ کل قیامت کے دن علمِ ایمان ہی مشہود ہوجاتا ہے اس لئے اگر دنیا میں دیدار کا یقین و ایمان نہ تھا تو پھر بڑی مشکل ہے۔ صحابہؓ کے اختلاف پر نہ جاؤ کیونکہ ہر ایک کا مطمحِ نظر میں نے بیان کردیا ہے۔ اب وہ صحیح احادیث بیان کرتا ہوں جن سے ثبوتِ رویت ہوتا ہے۔

عَنْ جَرِیْرٍ قَالَ کُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِیِّ ﷺ اِذْ نَظَرَ اِلَی الْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ قَالَ اِنَّکُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّکُمْ کَمَا تَرَوْنَ ھٰذَا الْقَمَرَ لَا تُضَامُّوْنَ فِیْ رُؤْیَتِہٖ۔

(حدیث البخاری۔ مشکوٰۃ)

جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ ہم حضرت نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک دفعہ آپ کی نظر چودھویں رات کے چاند پر پڑی تو آپؐ نے فرمایا کہ تم تمہارے رب کو ایسا ہی دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھتے ہو کہ اس کے دیکھنے میں تم کو کچھ التباس اور شک نہیں۔ (بخاری۔ مشکوٰۃ)

عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ قَالَ النَّبِيَّ ﷺ اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ عَيَانًا ۔

(رواه البخاری والمسلم ۔ مشکوٰۃ)

جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا نبی ﷺ نے فرمایا قریب میں تم تمہارے رب کو کھلم کھلا دیکھو گے ۔

اس حدیث میں تو قیامت کی بھی شرط نہیں ہے بلکہ اس میں غالباً حضرتؐ کے خواص اصحاب مخاطب ہیں جو کشف اور وجدان سے سرفراز اور ممتاز تھے ۔

عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بَيْنَا اَهْلُ الْجَنَّهِ فِيْ نَعِيْمِهِمْ اِذْ سَطَعَ لَهُمْ نُوْرٌ فَرَفَعُوْا رُؤُسَهُمْ فَاِذَا الرَّبُّ قَدْ اَشْرَفَ عَلَيْهِمْ مِنْ فَوْقِهِمْ ۔ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ قَالَ وَ ذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى ۔ سَلَامٌ قَوْلًا مِنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ۔ قَالَ فَنَظَرَ اِلَيْهِمْ وَيَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ فَلَا يَلْتَفِتُوْنَ اِلٰى شَيْءٍ مِنَ النَّعِيْمِ مَا دَامُوْا يَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ حَتّٰى يَحْتَجِبَ عَنْهُمْ وَيَبْقٰى نُوْرُهٗ ۔ (رواه ابن ماجة ۔ مشکوٰۃ)

جابر سے روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جنتی اپنی نعمتوں میں ہوں گے کہ یکا یک ان کے اوپر ایک نور چمکے گا وہ اپنا سر اٹھائیں گے تو کیا دیکھتے ہیں کہ شانِ رب کی تجلی اوپر سے جلوہ گر ہے ۔ رب نے فرمایا! السلام علیکم اے جنت والو ۔ حضرتؐ نے فرمایا! یہ تفسیر ہے اللہ تعالیٰ کے قول کی سَلَامٌ قَوْلًا مِنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ۔ حضرتؐ نے فرمایا! رب نے ان کو دیکھا وہ رب کو دیکھتے ہیں ۔ کسی نعمت پر پلٹ کر بھی نہیں دیکھتے جب تک اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے جب تک کہ وہ پردہ نہ کر لے اور اس کا اثرِ نور ان پر باقی رہ جائے ۔

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَتَانِيْ رَبِّيْ فِيْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ فَقُلْتُ لَبَّيْكَ رَبِّيْ وَ سَعْدَيْكَ قَالَ هَلْ تَدْرِيْ فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَاءُ الْاَعْلٰى قُلْتُ لَا فَوَضَعَ يَدَهٗ بَيْنَ كَتِفَيَّ حَتّٰى وَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۔

(حدیث الترمذی ۔ مشکوٰۃ)

ابن عباسؓ سے روایت ہے، کہا انھوں نے رسول اللہ نے فرمایا میرا رب میرے پاس عالمِ مثال میں اچھی صورت میں آیا۔ پھر فرمایا اے محمدؐ! میں نے عرض کیا میرے پروردگار حاضر، حاضر۔ فرمایا تمھیں کچھ معلوم ہے، ملاءِ اعلیٰ کس بات میں جھگڑتے ہیں۔ میں نے عرض کیا جی نہیں۔ پھر آپ نے اپنا دست (قدرت) میرے شانوں کے درمیان رکھا اور اس کی خنکی میں نے اپنے سینے میں پائی۔ پھر میں نے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، سب جان لیا۔ (الترمذی۔ مشکوٰۃ)

قدیم فلاسفہ مادیین ابصار کے لئے جہت، خروج، شعاع یا انطباع وغیرہ کے شرائط لگاتے ہیں، وہ ان کے اپنے مادّی ابصار کے متعلق ہے۔ روحانیین کے ابصار کے متعلق نہیں ہے۔ آج کل مسمریزم اور ہپناٹزم والے ان مادّیین کے نسج العنکبوت کو تہِ خاک کررہے ہیں۔ ہم کو نہ پہلے فلسفے کی وجہ سے شک ہوا نہ اب ان اسپرٹ پرستوں کی تائید سے کچھ مزید یقین پیدا ہوا ہے۔ ہمارا یقین خدااور رسول کے کلام پر ہے۔ وہ اَلآنَ کَمَا کَانَ ہے اس لئے ہمارا ایمان بھی اَلآنَ کَمَا کَانَ ہے۔

(اب میں پہلے امرِ تنقیح طلب پر بحث کرتا ہوں کہ معراجِ مبارک جسمانی ہوا یا کشفی و مثالی یا منامی و خواب میں۔ میرے پاس معراجِ مبارک تینوں طرح سے ہوا ہے۔ ان میں سے میں پہلے معراجِ جسمانی پر گفتگو کروں گا۔

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ یعنی پاک ہے وہ پروردگار جو لے گیا اپنے بندے کو مِنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا مسجد حرام سے مسجدِ اقصیٰ یعنی بیت المقدس تک۔ اب ذرا غور کرو:

اولاً لفظِ سبحان خود اس کو بتاتا ہے کہ معراجِ مبارک سے خدائے تعالیٰ کی تنزیہ ذات پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ آگے چل کر لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ہے تاکہ ہم اس کو اپنی تجلیوں میں سے تجلیٔ اعظم کو دکھائیں اور یہ تمام لوگ جو معراجِ مبارک سے برسرِ انکار ہیں، وہ معراجِ جسمانی اور شانِ تنزیہ کی وجہ سے ہے۔ جب معراجِ مبارک میں تجلیٔ اعظم کا دیدار مراد لیں

تو معراجِ جسمانی مراد لینے میں کوئی ہرج نہیں۔

ثانیاً اَسۡرٰی کے معنٰی حقیقتاً رات کے وقت لے جانے کے ہیں۔ خواب اور منام پر یہ لفظ حقیقۃً نہیں کہا جاسکتا۔ ظاہر ہے کہ جب تک حقیقی معنی کو ممتنع و محال ثابت نہ کریں مجازی معنٰی لینے کا کوئی حق نہیں۔

ثالثاً اگر معراجِ روحانی ہوتا تو اَسۡرٰی رُوۡحَ عَبۡدِہٖ فرماتا کیونکہ عَبۡدِہٖ میں حضرتؐ کی روح وتن دونوں شریک ہیں۔ پس اگر صرف روح مقصود ہوتی تو بِرُوۡحِ عَبۡدِہٖ فرماتا۔

رابعاً خواب دیکھنے سے کون انکار کرسکتا ہے۔ کفار کا اعتراض، ضعیف عقیدے والوں کا بدل جانا اور مرتد ہو جانا، تصدیق کرنے والوں کے مراتب میں ترقی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسی واقعہ کی تصدیق کی وجہ سے خطابِ صدیقِ اکبر سے سرفراز ہونا یہ سب واضح ہیں کہ معراجِ مبارک جسمانی تھا۔

خامساً ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ حضرتؐ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے آپ کو حطیم میں دیکھا کہ قریش میرے سفرِ شب سے سوال کرتے جاتے ہیں۔ انھوں نے بعض ایسی چیزوں سے بھی سوال کیا جن پر میں نے غور نہیں کیا تھا۔ اس سے مجھے ایسی بے قراری ہوئی کہ کبھی ویسی بے قراری نہ ہوئی تھی۔ خدائے تعالیٰ نے میرے لئے بیت المقدس کو بلند کردیا کہ میں اس کو دیکھتا تھا اور جواب دیتا جاتا تھا۔ بھلا کوئی سچ کہے کہ خواب کی کوئی ایسی تنقید کیوں کرتا۔

سادساً بیہقی اور ابنِ مردویہ شداد بنِ اوس کے واسطے سے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شبِ معراج عرض کیا۔ کہا یا رسول اللہ میں نے رات کو آپ کو آپ کی جگہ ڈھونڈا مگر آپ کو نہ پایا۔ حضرتؐ نے جواب دیا کہ آپ کو جبریل علیہ السلام مسجدِ اقصٰی کو لے گئے تھے۔

اب رہا **معراجِ منامی** کا ہونا وہ احادیث میں بکثرت پایا جاتا ہے اور حضرت کی

عادتِ مبارکہ تھی کہ صبح کی نماز کے بعد لوگوں کے خواب دریافت فرماتے ۔ کئی دفعہ خود آپ نے معراجِ منامی پر دلالت کرنے والے خواب بیان فرمائے ۔ اسی طرح کشفی و مثالی معراج بھی بکثرت ہوئے بلکہ سرکار کی حالت تو یہ تھی کہ وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌلَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی (ضحیٰ ۔۴) یعنی تمہاری ہر پچھلی حالت اگلی حالت سے اعلیٰ و بالا ہے ۔ جناب امام اعظمؒ نے سو (۱۰۰) دفعہ خدائے تعالیٰ کو خواب میں دیکھا ۔ جناب امام احمد حنبلؒ نے بھی کئی دفعہ خدائے تعالیٰ کو خواب میں دیکھا ۔ غلامانِ محمد کو ایسے خواب ، ایسے کشف ہوتے ہی رہتے ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک ہوتے رہیں گے ۔ ان احادیثِ معراجِ منامی کی وجہ سے ہی لوگ معراجِ جسمانی سے منکر ہوگئے ۔ اگر معراجِ جسمانی و کشفی و منامی تینوں کے قائل ہوجاتے تو کوئی چپقلش اور کشمکش ہی نہ رہتی ۔

اب رہا تیسرا تصفیہ طلب امر کہ معراجِ مبارک کہاں تک واقع ہوا ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مسجدِ اقصیٰ تک تو قرآن سے ثابت ہے جو حجتِ قطعی ہے لہذا اس کا منکر کافر یا منافق ہے ۔ دیگر احادیث سے عرشِ اعظم تک جانا اور دیدارِ الٰہی سے سرفراز ہونا ثابت ہوتا ہے ۔ چونکہ احادیث متواتر نہیں ہیں لہذا انکار سے کفر لازم نہیں آتا مگر ائمہ اہل بیت سے ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْاَدْنٰی کی تفسیر میں خدائے تعالیٰ ہی مراد ہے ۔ میں تو اس پر بھی یقین رکھتا ہوں ۔

امامِ جعفر صادقؓ فرماتے ہیں : دَنَارَبُّہُ مِنْہُ حَتّٰی کَانَ مِنْہُ کَقَابَ قَوْسَیْنِ وَ قَالَ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَالدُّنُوُّ مِنَ اللّٰہِ لَاحَدَّلَہٗ وَمِنَ الْعِبَادِ بِالْحُدُوْدِ وَقَالَ اَیْضًا اِنْقَطَعَتِ الْکَیْفِیَّۃُ عَنِ الدُّنُوِّ اَلَاتَرٰی کَیْفَ حَجَبَ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامَ عَنْ دُنُوِّہٖ وَدَنَا مُحَمَّدٌ اِلٰی مَا اَوْدَعَ قَلْبَہٗ مِنَ الْمَعْرِفَۃِ وَالْاِیْمَانِ فَتَدَلّٰی لِسُکُوْنِ قَلْبِہٖ وَزَالَ عَنْ قَلْبِہِ الشَّکُّ وَالْاِرْتِیَابُ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَاِلَیْہِ الْمَرْجَعُ وَالْمَاٰبُ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْاَرْبَابِ ۔

۴۔ عَبد

کون نہیں جانتا کہ غلام کا کچھ نہیں کیونکہ وہ خود اپنا نہیں بلکہ اپنے آقا کا ہے۔ جو غلام اپنے آپ کو آقا کی طرح آزاد سمجھتا ہے وہ باغی ہے۔ جو (غلام) اپنی کمائی کو اپنا مال سمجھتا ہے وہ غاصب ہے، نمک حرام ہے۔ وہ جو آقا کی خدمت سے جی چراتا ہے، ناشکرا ہے۔ وہ بھی جو مالک کی عطا پر راضی نہیں ہوتا یا اس کو بے محل صَرف کرتا ہے۔ عاقل بندہ آقا کی اطاعت کرتا ہے، شب و روز کمرِ بندگی چست رکھتا ہے۔ نہ کپڑے کی فکر نہ کھانے کا خیال۔ نہ راحت سے غرض نہ آرام سے مطلب۔ کفش برادری پر ناز، نیاز ہی اس کا مابہ الامتیاز، اس کی فکر ہے تو آقا کو۔ اس کے متعلقین کی فکر ہے تو آقا کو۔ دیکھو جوان بیٹے کا نفقہ باپ پر واجب نہیں مگر غلام اور اس کے بیوی بچوں کا نفقہ آقا پر لازم ہے۔ واہ ری غلامی کہ غلام کی عزت آقا کی عزت ہوجاتی ہے۔ ضَرْبُ الْعَبْدِ اِهَانَةُ الْمَوْلٰی بلکہ غلام کی ذات اس کے آقا کی ذات۔ مَوْلَی الْقَوْمِ مِنْهُمْ اَصْبَحْتُ كُرْدِيًا وَاَمْسَيْتُ عَرَبِيًا۔ جو غلام آقا کے سوائے کسی اور سے مانگتا ہے وہ بدمعاش ہے کیوں کہ وہ اس طرح اپنے آقا کو بدنام کرتا ہے۔ بعض غلام اپنے آقا سے ہی مانگتے ہیں مگر جلد بازانہ۔ بعض الحاح کرتے، خوشامد کرتے رہتے ہیں۔ جہاں آقا کو خوش دیکھا اپنی کوئی آرزو پوری کرائی۔ بعض اپنے مقاصد کی تکمیل آقا پر چھوڑتے ہیں۔ بعض کی نہ تو ذاتی غرض رہتی ہے نہ کوئی سوال ہی کرتے ہیں۔ بعض ذاتی غرض تو نہیں رکھتے مگر سوال کو بندگی کا کمال سمجھتے ہیں۔ بعض وقت کا اقتضاء مالک کا مقصد دیکھتا رہتا ہے۔ محنت کو برداشت، تکلیف پر صبر کرتا ہے۔ درد سے لذت اٹھاتا ہے۔ جب سمجھتا ہے کہ اس وقت سوال سے مالک کا کمال ظاہر ہوگا تو بندہ غرض سے زیادہ گڑگڑاتا ہے اور آقا سے مانگتا ہے۔ خود مانگتا ہے اور دوسروں کو مانگنا سکھاتا ہے۔ مالک بھی خوب سمجھتا ہے کہ اس کا ذاتی مقصد میں ہوں۔ اس کی اصلی غرض ہے تو میرے کمال کا اظہار ہے۔ ایسے غلام کو عہدہ ملتا ہے، جاگیر ملتی ہے اور وہ صوبہ داری سے سرفراز ہوتا ہے۔ سب کچھ رکھتا ہے مگر اپنا کچھ نہیں سمجھتا۔ کیوں؟ وہ غلام ہے اور غلام کا جو

کچھ ہے سب آقا کا ہے۔

زیادہ عنایت ہوتی ہے تو ندیموں میں جگہ ملتی ہے۔ آقا کے پاس بیٹھتا ہے۔ ایک دسترخوان پر کھاتا ہے، ایک جام سے پیتا ہے۔ غلامی محبوبیت میں نمایاں ہوتی ہے۔ محمود کو اپنا تماشا دیکھنا منظور ہوتا ہے تو وہ ایاز کو اپنے کپڑے پہناتا ہے، تخت پر بٹھاتا ہے، سب سے نذریں دلواتا ہے۔ ایاز بھی اکڑ کر بیٹھتا ہے، بڑی ہی بے پرواہی سے نذریں لیتا ہے۔ کیوں؟ وہ اس وقت آقا کی تمثیل کر رہا ہے۔ مگر دل خوب سمجھتا ہے کہ نہ کپڑے میرے ہیں نہ تخت میرا اور میں وہی غلام ہوں اور سب کچھ میرے آقا کا ہے۔ تماشا ختم ہو جاتا ہے۔ پھر وہی اگلے کپڑے، وہی پہلی جگہ۔ نہ اس تمثیل سے اس کی کوئی ذاتی غرض متعلق تھی نہ اس سابقہ حالت پر عود کرنے سے اس کے دل پر کچھ گرانی ہی ہے۔ اس میں آقا کی خوشی تھی اور یہ اس کی اصلی حالت ہے جو اس کے نقطۂ نظر سے کبھی نہیں ہٹی۔ ایاز قدرِ خود بشناس۔ آقا کو ضرورت ہوتی ہے تو اس کو دوسرے شہر کو روانہ کرتا ہے۔ رعایا کو اس کے ذریعہ نہایت ضروری اور اہم احکام بھیجتا ہے۔ غلام خوشی سے دربار چھوڑتا ہے، اپنی خوشی پر بادشاہ کی خوشی کو ترجیح دیتا ہے یعنی حضور پر غیبت کو اختیار کرتا ہے۔ نہیں! یہاں غیبت کہاں؟ جو حکم بادشاہ خود اپنے منہ سے سناتا تھا، غلام کے منہ سے سنا رہا ہے۔ حقیقت میں یہ بھی ایک تمثیل ہے جو یہ غلام ادا کر رہا ہے۔

شہاب الدین غوری کو مہاراجہ قنوج جس کا باپ خراج دیتا تھا، کشتی میں لگا کر تلوار بھیجتا ہے کہ اب تمہارے ہمارے بیچ میں تلوار ہے۔ شاہِ جلالت پناہ تخت سے اٹھتا ہے، کمر سے تلوار نکالتا ہے اور اس سے ان فرستادہ تلواروں کو کاٹ کاٹ کر ڈھیر کر دیتا ہے۔ غلاموں کی طرف اشارہ کرتا ہے، غلام گردنیں جھکائے آگے بڑھتے ہیں۔ بادشاہ وار کرتا ہے۔ سر کٹ کر گر جاتا ہے اور غلام حقِ جان نثاری سے سبکدوش ہوتا ہے۔ ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا سر بکف کھڑا ہے۔ اس واقعہ سے بادشاہ کا کمالِ شمشیر زنی اور غلاموں کا کمالِ جاں بازی نمایاں ہوتا ہے اور ان کا خوشی سے مرنا ان کو صفحہ تاریخ پر حیاتِ دائمی بخشتا ہے۔)

۴ ۔ خدا کے بندے

یہ تو دنیا کے غلاموں کا ذکر تھا جن کو ان کے آقاؤں نے نہ نیست سے ہست کیا نہ جان ان کی ملک ہے ۔ وہ تو غلاموں کے باطنی حالات سے ناواقف ہیں اور ان کو غلاموں کے دلی خیالات پر بھی قابو نہیں ۔ آقا چاہے تو اپنے غلام کو آزاد کر سکتا ہے ۔ کچھ نہ ہوا تو ایک دن مر کر ضرور غلام آزاد ہو جائے گا مگر خدا اور بندے کی نسبت ایسی نہیں ۔ یہ رشتہ ایسا مضبوط ہے کہ نہ کسی کے توڑے ٹوٹ سکتا ہے نہ کسی کے کاٹے کٹ سکتا ہے ۔ لاکھ نہ مانو مگر ہم ہیں غلام ۔ مرنا بھی غلامی میں کوئی فرق نہیں پیدا کر سکتا ۔ جان بھی ہے تو خدا کی ہے

وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِن رُّوْحِيْ ۔ (حجر ۔ ۳۰)

حسرت مرے پاس کیا دھرا ہے اک جان سو وہ بھی ہے پرائی (حسرت صدیقی)

شریک الباری پیدا ہوتا تو بندہ آزاد ہوتا ۔ ع نازشِ حسرتِ بیچارہ کہ بیچارہ ہے

نادان اشیاء کو اپنا سمجھتے ہیں اور خدائے تعالیٰ اپنا ۔ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۔ (بقرہ ۔ ۲۸۴)

لِلّٰهِ الْاَرْضُ وَالسَّمٰوٰت ÷ میری ہر چیز ہے پرائی

بندہ جھوٹا ہے اور خدا سچا ۔ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ۔ (نساء ۔ ۸۷)

دعویٰ حق کا ہے راست و برحق میری ہر بات ادعائی

ذی فہم اپنے اعمال پر غور کرتا ہے تو ان کی قدرت بھی اپنے میں نہیں پاتا ۔

خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۔ (الصفت ۔ ۹۶) (تم کو اور تمھارے عملوں کو پیدا کیا) صفات پر نظر کرتا ہے تو اپنے لئے اس کا پتہ نہیں پاتا ، نہ سماعت ہے نہ بصارت ۔ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۔ نہ ارادہ ہے نہ مشیت ۔ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ (تکویر ۔ ۲۹)

مقصد مراد وہی ہے جو مطلب ہے یار کا
میں اپنے اختیار میں بے اختیار ہوں (حسرت صدیقی)

تمام خوبیاں اسی کی ہیں اور تمام محامد اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں ۔

اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُهٗ ۔ (فاطر ـ ۱۰)

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۔ (انعام ـ ۴۵)

تم سا نہیں دنیا میں جو کچھ ہو سو تم ہی ہو
ہم تم سے کسی بات کا دعویٰ نہیں کرتے
(حسرت صدیقی)

خود کو سمجھتا ہے کہ میں ہوں ، تو حیات ڈانٹتی ہے کہ نفس وجود کیا ایک معنیٰ نہیں ہے اور کیا وحدتِ انتزاعی وحدتِ منشاء پر دال نہیں پھر تو کس سے دعویٰ اشتراک و ارتبازی کرنا ہے۔

انسان اور اس کی خودنمائی بندہ اور دعویٰ خدائی ؟

زعمِ باطل کی بادہ مستی کب تک نادان یہ ادعائے ہستی کب تک
تو بھی موجود اور حق بھی موجود ظالم یہ شرک و خود پرستی کب تک
(حسرت صدیقی)

کبھی خیال کرتا ہے کہ میں نہیں ہوں تو عقل قہقہہ لگاتی ہے کہ یہ بداہت کا انکار ہے اور حق کی مخالفت ہے اور دنیا سے امانِ تابید۔

پھر خیال کرتا ہے کہ میں نہیں ہوں اور اپنے آپ کو ناحق ''ہوں''، خیال کرتا ہوں۔

بے بود ہے نمود عدم ہے مراد جود میں چشمِ اعتبار میں محض اعتبار ہوں

اک وہمِ خودی ہے جس پہ مغرور ہے تو
جو یا جس کا ہے اس سے کب دور ہے تو
اُٹھ جائے اگر بُعدِ خیالی کا حجاب
آنکھیں جسے ڈھونڈتی ہیں وہ حور ہے تو
(حسرت صدیقی)

اگر دنیا میرا بے ہودہ خیال ہے تو میرے ''نہیں'' خیال کرنے سے نیست ہوجاتی؟ نہیں، وہ تو اَلْآنَ کَمَا کَانَ ہے۔ نہ میرے خیال کرنے سے کوئی چیز پیدا ہوتی ہے نہ نہیں خیال کرنے سے معدوم ۔

نہ ٹلائے سے ٹلے گی ہے بلائے آسمانی

مرا اعتبار حسرت مرا اعتبار ہوتا (حسرت صدیقی)

کیا نیستی میں ہستی کا جلوہ ہے؟

بے وجہ نہیں دل کشی صورتِ باطل

باطل میں بھی ہے حق کا تماشا مرے آگے (حسرت صدیقی)

نیستی بھی کوئی شئے ہے کہ اس میں ہستی کا جلوہ ہو۔ کیا "ثُبُوْتُ شَیْءٍ فَرْعُ ثُبُوْتِ الْمُثْبِتِ لَهٗ" صحیح نہیں "ثَبِّتِ الْعَرْشَ ثُمَّ انْقُشْ" کیا ہستی ہی نیستی ہے؟ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ یہ تو اجتماعِ نقیضین ہے۔ کیا ہستی نیستی بن گئی ہے۔ یا نیستی ہستی؟ یہ تو انقلابِ حقائق ہے۔ جب میں نہ ہستی میں ہوں اور نہ نیستی میں تو احکامِ واقعیہ مجھ پر کیسے؟ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ (بقرہ۔ ۱۵۶) وجودی احکام وجود پر لگتے ہیں اور عدمی عدم پر۔

نیستی میں ہوں نہ ہستی میں ہوں بے نشانی ہے نشانی میری

ہم نے تو لاکھ ڈھونڈا کچھ بھی پتا نہ پایا مجنوں کدھر چھپا ہے لیلیٰ تری گلی میں

دیکھا تو کچھ نہ پایا سوچا تو بس یہ سمجھا اک نام رہ گیا ہے میرا تری گلی میں

(حسرت صدیقی)

میں آسمان پر نہ سہی زمین پر نہ سہی، میں اپنے آپ کو نہیں جانتا تو کیا پرواہ، میں خدا کے علم میں ہوں کیونکہ خدا مجھے جانتا ہے اور وہی خوب جانتا ہے کہ میں کیا ہوں، کیونکر ہوں؟

ہے پیشِ نظر خیال تیرا ہر چند ہوں پیکرِ خیالی (حسرت صدیقی)

عبداللہ

رجوع الی اللہ، بندوں کو مختلف طور پر ہوتا ہے۔ کوئی ہر شئے کو اپنے حصولِ کمال میں خدائے تعالیٰ کا محتاج پاتا ہے اور اس کی ربوبیت کی شان جلوہ گر ہوتی ہے۔ کوئی مخلوقات کو سراپا احتیاج سمجھتا ہے اور قیومیت اس کے روبرو متجلی ہوتی ہے۔ کسی کی ہر ایک کے مرنے اور فنا ہونے پر نظر پڑتی ہے اور اسم اَلْقَهَّار یا اَلْمُمِيْت نمایاں ہوتا ہے۔ کوئی دنیا کی

ہر شئے کو نیست سے ہست ہوتا ہوا دیکھتا ہے اور اسم اَلْبَدِیْعُ کی اس پر تجلی ہوتی ہے۔ غرض کہ کسی پر دو (۲)، کسی پر چار (۴)، کسی پر دس (۱۰)، کسی پر بیس (۲۰) صفات کا انکشاف ہوتا ہے۔ خدائے تعالیٰ کے صفات کا علم ہوتا ہے تو اپنے صفات کو کالعدم پاتا ہے بلکہ اپنے صفات کے اثبات کو شرک فی الصفات اور دوراز توحید سمجھتا ہے۔ جس امر میں جس قدر کسی کو اپنے فقر کا علم ہوگا اسی قدر خدائے تعالیٰ کی غنا کا انکشاف ہوگا اور یہ علم اس کو خدائے تعالیٰ سے ایک نسبت و ربط پیدا کردے گا۔ شخصی خطرات، ذاتی تجربہ و مشاہدہ، صحبتِ اہلِ نسبت، دوام، قوتِ توجہ سے اس نسبت کو قوت ہوتی ہے۔

جس اسم سے کسی کو نسبت ہوگی اس اسم کی تجلی اس پر ہوگی اور اس سے دوسروں پر اس کا اثر ظہور پائے گا اور وہ شخص اس اسم کا بندہ کہلائے گا مثلاً کسی شخص کی نظر خدائے تعالیٰ کی شان ہائے رحمت پر پڑتی ہے اور رات دن اسی خیال میں مستغرق رہتا ہے تو یقیناً اس شخص پر خدائے تعالیٰ کا رحم بھی ہوگا اور وہ بھی خدائے تعالیٰ کے بندوں پر رحم کرے گا۔ ایسا شخص عبدالرحمٰن، عبدالرحیم سے موسوم ہوگا یا کسی کو خدائے تعالیٰ کی قدرت سے نسبت و ربط ہوگا تو وہ عبدالقادر یا عبدالمقتدر ہوگا۔

مگر کامل بندہ تو وہی ہوگا جس کو خدائے تعالیٰ کی ذاتِ مستجمعِ جمیعِ کمالات سے وابستگی ہوگی اور یہی شخص ''عبداللہ'' کہلانے کا مستحق ہوگا۔ وہ اپنی عدمیتِ محض پر رہے گا۔ نہ کسی شئے کو اپنی ملک جانے گا نہ کسی قوت سے خود کو موصوف سمجھے گا۔ وہ خود کو بالکل عاجز پائے گا اور خدائے تعالیٰ اس سے عظیم الشان آثارِ قدرت و خوارقِ عادات نمایاں فرمائے گا۔ بالجملہ عبداللہ وہ ہے جو اپنا کچھ نہ سمجھے اور خدائے تعالیٰ ساری دنیا کو اس کا کردے۔

ع جو کچھ ہے وہ آقا کا کچھ بھی نہیں بندے کا

ع حسرتؔ ترا بندہ ہے وہ تجھ کو بھلا کیا دے (حسرتؔ صدیقی)

عبداللہ کون ہے؟

بندے تو سب خدائے تعالیٰ کے ہیں خواہ کوئی مانے یا نہ مانے۔ ماننے والوں کی بھی کئی

کیا ہے۔ ہزاروں بار ہم بھی خدا کو پکارتے ہیں۔ عمر بھر انشاء اللہ پکاریں گے مگر وہ بھی کہے کہ ہاں تو میرا بندہ ہے۔ قرآن شریف میں جناب عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے نقل کیا گیا ہے۔ اِنِّیْ عَبْدُاللّٰہِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ۔ میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی ہے۔ خضر علیہ السلام کے متعلق فرمایا: ''عَبْداً مِّنْ عِبَادِنَا'' (ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ) یعنی ایسے بندے اور بھی ہیں۔ اسی طرح دوسرے انبیاء علیہم السلام کو''ایک'' محمد رسول اللہ ﷺ کو فرماتا ہے۔ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰہِ (جب اللہ کا بندہ کھڑا ہوا)۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا۔ (پاک ہے وہ جو اپنے بندے کو شب کو لے گیا)۔

عبداللہ کے لوازم

حضرت محمد عبدہ و رسولہ ﷺ کے حالاتِ معجز آیات پر ذرا غور کرو تو ایک عجیب تماشا نظر آئے گا۔ عجز و انکسار، بندگی، بے چارگی بدرجہ اتم، معجزات و خرقِ عادات کرشمہ ہائے قدرتِ الٰہی، آثارِ کمالات لامتناہی، بمرتبۂ اکمل، کبھی جمال نمایاں ہے کبھی جلال کیونکہ ان کا اجتماع ہی کمال ہے ؎

جمال اک شان ہے تیری جلال اک شان ہے تیری
عجب تصویرِ قدرت ہے کہ جس میں نور و ظلمت ہے (حسرت صدیقی)

شکمِ مادر ہی میں ہیں کہ والد ماجد کا انتقال ہوجاتا ہے۔ چار سال کی عمر میں والدہ ماجدہ کا، چھ سال کی عمر میں جدِ امجد کا۔ سر پر کوئی بڑا نہیں کہ تعلیم و تربیت کرے۔ اللہ اکبر خدا سب سے بڑا ہے اور رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ہی آپ کا مربی ہے۔ اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَھَدٰی۔ (والضحیٰ۔ ۶، ۷)۔ (کیا تجھے یتیم نہ پایا، پھر پناہ دی اور تجھے ناواقف پایا پھر راستہ دکھایا) رسالت سے سرفرازی ہوتی ہے، تمام اقارب، عقارب، بنے ہوئے ہیں۔ تمام شہر خون کا پیاسا ہوگیا ہے۔ گھر میں چھپے بیٹھے ہیں، نہ پاس دوست ہیں نہ آشنا، تمام قبائل کے صنادید بالاجتماع حملہ کرنے کا منصوبہ گانٹھ کر گھر کا محاصرہ کیے بیٹھے ہیں کہ بنی ہاشم کچھ نہ کرسکیں مگر لطیفۂ ربانی سے ناواقف کہ کیا کیا ہوسکتا

ہے۔ حضرتؐ باہر نکلتے ہیں اور مُشتِ خاک ان دل کے اندھوں پر پھینکتے ہیں۔ وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ۔ (یٰس ۔ ۹) (ترجمہ: ہم نے ان کے سامنے اور ان کے سامنے سے اور ان کے پیچھے سے ایک دیوار کھڑی کردی پھر ہم ان پر چھا گئے لہٰذا وہ دیکھ بھی نہیں سکتے)۔

انہیں خبر بھی نہیں ہوتی اور آپ ان کے سامنے سے چلے جاتے ہیں۔

منکرین کے مظالم کی کچھ انتہا بھی ہے۔ برا بھلا کہتے ہیں، پتھر مارتے ہیں، راستے میں گڑھے کھودتے ہیں، کانٹے ڈالتے ہیں، پروانہ ہائے شمعِ نبوت کو قسم قسم کی ایذائیں پہونچاتے ہیں، دھوپ میں ریت پر پڑے ہیں، سینے پر پتھر ہے، کوڑے پر کوڑے پڑتے ہیں اور صدائے اَحَد، اَحَد بلند ہے۔ آخر آپؐ اصحابؓ کو ترکِ وطن کا حکم دیتے ہیں، کوئی حبشہ کو جاتا ہے کوئی مدینہ کو، انتہا یہ کہ حضرتؐ کو وطن چھوڑنا پڑتا ہے، گھر دار سب سے منہ موڑنا پڑتا ہے، صدیقِ اکبر آپ کو دوش پر اٹھائے نشانِ قدم مٹاتے جاتے ہیں۔ آخر ایک غار میں چھپتے ہیں۔ کفارِ ناہنجار چار طرف منڈلا رہے ہیں۔ ثَانِيَ اثْنَيْنِ یعنی صدیق اکبر اپنے آقائے باوقار کے لئے مضطر و پریشان ہیں، آپ تسلی دے رہے ہیں۔ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۔ (توبہ ۔ ۴۰) (ترجمہ: تم غم نہ کرو کیونکہ اللہ ہمارے ساتھ ہے) یہی معیت ایک دوسرا تماشا دکھاتی ہے۔ مکہ کو آرہے ہیں، بارہ ہزار فوج ظفر موج ہمراہِ رکاب ہے، ہر قبیلے کا علم جُدا ہے، نعرہ جُدا ہے۔ مقدمۃ الجیش پر سیف اللہ خالدؓ بن ولید سرکردگی کر رہے ہیں۔ دو ہزار جنگجو، آتشین خو، نبرد کوش، فولاد پوش، خاص موکبِ ہمایوں میں زرہیں تاباں، خودِ درخشاں، اسلحہ کا شور، نعروں کا زور۔ ہر ایک سپاہی اسلحہ میں چھپا ہوا ہے۔ خود کے نیچے سے صرف دو آنکھیں نظر آتی ہیں۔ فاروق اعظم ہیں کہ نقابت کر رہے ہیں، رعد کی طرح گرج رہے ہیں۔ صفیں دُرست رکھو! آگے والے آگے، پیچھے والے پیچھے! ناقۂ قصوئ پر فخرِ عرب، محبوبِ رب جلوہ گر ہے۔ سیاہ عمامے کے نیچے تاباں و درخشاں چہرہ دلکش آواز میں اِنَّا فَتَحْنَا، فرطِ مسرت سے کبھی سجدہ کبھی شکریہ، کبھی دُعا۔

بجلی چمک چمک کر گرتی ہے چار جانب
ہے ایک طورِ سینا گویا تری گلی میں (حسرت صدیقی)

سردار قریش ابوسفیان بن حرب کو ان کی جان بخشی کرواکر عمِ رسولؐ عباسؓ بن المطلب ایک پہاڑی پر لئے کھڑے ہیں ۔

ظَلَّتْ لِهَيْبَتِكَ الْأَعْنَاقُ خَاشِعَةً

بِحَدِّ سَيْفِكَ حَدُّ الْكُفْرِ يَنْثَلِمُ (حسرتؔ صدیقی)

(ترجمہ: تیری ہیبت سے تمام گردنیں جھکی ہوئی ہیں، تیری تلوار کی باڑھ سے کفر کی باڑھ شکستہ ہے)۔ ابوسفیان بن حرب نے کسریٰ و قیصر کے دربار دیکھے، ان کی فوجیں دیکھیں مگر اس وقت وہ بھی پیکرِ تصویر بنے کھڑے ہیں اور دل ہی دل میں کہہ رہے ہیں الٰہی یہ کیا تماشا ہے۔ یہ منظر اور اس منظر کی روحِ رواں رُوْحِیْ وَاَرْوَاحُ الْعٰلَمِيْنَ لَهُ الْفِدَاءُ (میری جان اور تمام دنیا کی جانیں اس پر تصدق) ایمان بن کر ابوسفیان کے دل میں گھستے ہیں۔ ثُمَّ اسْتَقَرَّ اِيْمَانُهٗ پھر اس کا ایمان قرار گیر ہوگیا۔

سب کچھ دُرست مگر اس منظر کا سب سے بڑا لطف اٹھانے والا وہی ثانی اثنین ہے جو مکہ سے نکلتے ہوئے بھی اس بے سایہ کے ساتھ سایہ کی طرح قدموں سے لپٹا ہوا تھا اور اس وقت بھی ایک اونٹ پر محو تماشا بنا ہوا، ہمراہِ رکاب ہے۔ گذشتہ حزن، موجودہ مسرت کا صحیح اندازہ، ان کے سوا بھلا کون کرسکتا ہے ۔

آئینہ کہے گا کیا، کیا تجھ میں ہے رعنائی

پوچھ اس سے تری قیمت ترا جو ہے شیدائی (حسرتؔ صدیقی)

کفار کے گزشتہ مظالم کا بدلہ تو دیکھو! جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوا وہ امن میں، جو ہتھیار ڈال دے وہ امن میں، جو مسجدِ کعبہ میں داخل ہو وہ امن میں، جو گھر کا دروازہ بند کرلے وہ امن میں۔ کلیدِ کعبہ، سابق کلید بردار کے حوالے، انتہا یہ کہ مکہ اہلِ مکہ کے لئے اور خود مدینہ روانہ۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ (انبیاء۔۱۰۷)۔

سراپا نور کی صورت مجسم خلق کا پُتلا کسی کی ایسی صورت ہے کسی کی ایسی سیرت ہے؟

(حسرتؔ)

دو دو مہینے چولھے پر ہانڈی نہیں چڑھتی، اَسْوَدَین یعنی کھجور اور پانی پر آل محمدؐ کی گزر

ہوتی ہے، اصحاب نثار ہورہے ہیں، شہادت کی گرم بازاری ہے، قرابت دار شہید ہورہے ہیں، اولاد کا انتقال ہورہا ہے، دندانِ مبارک شہید ہوگیا ہے، خود سر میں گھس گیا ہے، خون بہہ رہا ہے، زمین پر گرنے نہیں دیتے کہ کہیں یہ سرزمین تباہ نہ ہوجائے، گڑھے میں آگئے ہیں، خون بہت نکل گیا ہے، باہر نکلنا چاہتے ہیں، نہیں نکل سکتے۔ طلحہ بن عبید اللہ کے سہارے سے اوپر چڑھتے ہیں خود بھی بھوکے ہیں اصحاب بھی بھوکے، پیٹ پر پتھر باندھ رکھے ہیں، کدال لئے خندق کھود رہے ہیں، کدال پتھر پر پڑتا ہے، آگ کا شرارہ نکلتا ہے، جوشِ شادمانی سے پکار اُٹھتے ہیں ملکِ کسریٰ مل گیا، ملکِ قیصر پر قبضہ ہوگیا۔

دل میں لہر آتی ہے تو چند روٹیوں کے ٹکڑوں سے سینکڑوں کو سیر کردیتے ہیں (بخاری عن جابر وعن ابی ہریرہ) پانی کے لگن میں ہاتھ رکھتے ہیں، اس پر چشمۂ فیضِ الٰہی کی انگلیوں سے پانی بلبلے دیتا اُبلتا جاتا ہے اور تمام فوج سیراب ہوجاتی ہے۔ (مالک بن انسؓ)

مٹھی بھر ریت لے کر دشمنوں کی طرف پھینکتے ہیں اور دشمنوں کی فوج تتر بتر۔ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ يُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ۔ (قریب میں فوج شکست کھائے گی اور پشت پھیر دے گی)۔

حضرت فرماتے ہیں: لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۔ (اعراف ۱۸۸) ۔ ترجمہ: اگر میں غیب کو جانتا تو خیرِ کثیر حاصل کرلیتا۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ۔ (جن۔ ۲۶، ۲۷) (ترجمہ: غیب پر کسی کو غلبہ نہیں دیتا مگر برگزیدہ رسول کو)۔ اِنَّاۤ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۔ (کوثر۔۱) (ترجمہ: بے شک ہم نے تم کو بہت کچھ دیا ہے، خیرِ کثیر دیا ہے)۔

آپ فرماتے ہیں وَمَاۤ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ۔ (احقاف۔۹) (ترجمہ: میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا)۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۔ (بنی اسرائیل۔ ۷۹) (ترجمہ: امید ہے کہ تیرا رب تجھے مقامِ محمود دے)۔ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۔ والضحیٰ۔۵) (ترجمہ: عنقریب تمہارا رب تم کو اتنا دے گا کہ تم راضی ہوجاؤ گے، خوش ہوجاؤ گے)۔ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۔ والضحیٰ۔۴) (ترجمہ: ضرور تمہاری پچھلی حالت اگلی

حالت سے بہتر ہے)۔ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ۔ انشراح۔۴) (ترجمہ: ہم نے تمہارے ذکر کو بلند کردیا، تمھارا بول بالا کردیا)۔

ترکِ تابیر کے لئے فرماتے ہیں۔ ترکِ اسباب میں لوگوں کا امتحان ہوتا ہے۔ ایک سال خرما کم آتے ہیں۔ لوگ شکایت کرتے ہیں۔ قلتِ خرما کو ترکِ تابیر کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاَمُوْرِ دُنْیَاکُمْ۔ (تم دنیوی امور کے متعلق زیادہ جانتے ہو) یعنی سبب مسبب کے جھگڑے تم ہی خوب جانتے ہو۔

ایک صحابیہ ہانڈی میں بکری کا گوشت پکاتی ہیں۔ حضرتؐ فرماتے ہیں بکری کا دست دے وہ دیتی ہیں اور مانگتے ہیں دوسرا دست دیتی ہیں اور مانگتے ہیں وہ عرض کرتی ہیں بکری کے دو دست ہوتے ہیں وہ تو میں دے چکی۔ آپؐ فرماتے ہیں اگر تو یہ نہ کہتی اور دیتی چلی جاتی تو دست نکلتے جاتے۔ اصل یہ ہے کہ ان امور میں اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا۔ (کہف۔۶۷)۔ (تم میرے ساتھ صبر نہیں کرسکتے)۔ آپ فرماتے ہیں اَنَا بَشَرٌ مِثْلُکُمْ۔ (کہف۔۱۱) (میں تم جیسا بشر ہوں) مگر کوئی دیکھے کہ یہ بشر بھی کیسا بشر ہے ظلمت اور نور میں برابر دیکھتے ہیں۔ (بیہقی عن عائشہ و ابن عباس) آگے پیچھے سے برابر دیکھتے ہیں۔ (صحیحین عن انس و عائشہؓ)۔ سوتے ہیں مگر دل بیدار ہے، وضو کی حاجت نہیں اِنَّ عَیْنَیَّ تَنَامُ وَلَایَنَامُ قَلْبِیْ۔ (شیخان) (میری آنکھ سوتی ہے اور دل نہیں سوتا)۔ ایک صحابیہ حضرتؐ کا پیشاب پی لیتی ہیں تو ہمیشہ کے لئے دردِ شکم موقوف۔ زمین ہے کہ آپ کا فضلہ کھا جاتی ہے اور وہاں سے خوشبو آتی ہے۔ آپ کا پسینہ دلہنوں کو عطر کی طرح لگایا جاتا ہے۔ جس گلی سے نکل جاتے ہیں معطر ہوجاتی ہے اور صحابہ پتا لگا لیتے ہیں کہ حضرتؐ اس طرف سے گزرے ہیں۔ روزے پر روزے رکھتے ہیں۔ لوگ تقلید کرنا چاہتے ہیں مگر ہو نہیں سکتی۔ آخر فرماتے ہیں لَسْتُ کَھَیْئَاتِکُمْ اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ۔ میں تمہاری طرح نہیں ہوں، میں اپنے رب کے پاس رہتا ہوں، وہ مجھے کھلاتا پلاتا ہے)۔

(شیخان۔ عن ابن عمر و ابی ہریرہ و انس و عائشہؓ)۔

ابو قتادہ کی آنکھ نکل جاتی ہے، آپ لگاتے ہیں، وہ پہلے سے زیادہ بہتر ہوجاتی ہے

(شفا)۔ تنہ درختِ خرما پر تکیہ لگاتے ہیں تو اس میں جان آجاتی ہے۔ جدا ہوتے ہیں تو روتا ہے۔ (بخاری۔ مسلم۔ ابن حبان۔ ابن خزیمہ)۔ چاند کی طرف انگلی کا اشارہ کرتے ہیں وہ دو ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ۔ (قمر۔۱) (قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا) نیر اعظم (آفتاب) کو جس کی بہت سے نادان پرستش کرتے ہیں، حکم دیتے ہیں اور وہ کھڑا ہو جاتا ہے۔ (طحاوی، ابن سندہ، ابن شاہین)۔ ایک لڑکی کی قبر پر جاکر آواز دیتے ہیں "یَا فُلَانَۃ" وہ جواب دیتی ہے۔ لَبَّیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (حاضر یا رسول اللہ) (دلائل النبوۃ للبیہقی)۔ نماز میں ایک شیطان آتا ہے، آپ پکڑ لیتے ہیں کہ ستون سے باندھ دیں پھر سلیمان علیہ السلام کا خیال آتا ہے اور چھوڑ دیتے ہیں (صحیحین)۔ اس تواضع کا اثر دیکھو۔ آپ کے خادم خالد ابن ولیدؓ عزّیٰ پرستوں کی سرکوبی کو جاتے ہیں، جھاڑ میں سے سیہ فام چڑیل نکلتی ہے اور سیف اللہ کی ایک ہی ضربتِ شمشیر سے دو پر کالے ہو جاتے ہیں۔ حضرتؐ فرماتے ہیں وہ عزّیٰ تھی (نسائی، بیہقی)۔ بتوں کے سامنے جاتے ہیں۔ عصا سے اشارہ کر کے فرماتے ہیں: جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ۔ حق آیا اور باطل زائل ہوا (شفا) اور وہ منہ کے بل گرجاتے ہیں۔ الحق آپ کی بشر سے مشکیث اس سے زیادہ نہیں جتنی جبرئیل علیہ السلام کو اعرابی سے۔ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ (انعام۔۹) (ترجمہ: اگر ہم پیغمبر کسی فرشتے کو بناتے تو آدمی ہی بناتے اور وہی التباس ان پر ڈالتے جس التباس میں اب وہ ہیں)۔ کبھی كَلِّمِيْنِيْ يَا حُمَيْرَاءُ ہے (عائشہ مجھ سے بات کرو) کبھی مَنْ عَائِشَةَ، مَنْ صَدِيْقَ مَنْ مُحَمَّد (عائشہ کون، صدیق کون، محمدؐ کون)۔ لِيْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ لَا يَسَعُنِيْ فِيْهِ مَلَكٌ مُّقَرَّبٌ وَّلَا نَبِيٌّ مُّرْسَلٌ۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ میرا خدا کے ساتھ ایسا وقت بھی رہتا ہے کہ اس میں مجھ سے نہ مقرب فرشتہ کی گنجائش ہے نہ مرسل نبی کی)۔

امت نوازی تو دیکھو! اپنے خادموں، کفش برداروں کو اپنا بھائی فرماتے ہیں۔ لَا تَنْسَ مِنْ دُعَائِكَ يَا أُخَيَّ۔ ترجمہ: مت بھول اپنی دُعا سے اے میرے بھائی)۔ مگر آپ کے جو حقیقی چچازاد بھائی ہیں یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ وہ کیا کہتے ہیں، منبر پر حضرت علیؓ وعظ

فرما رہے ہیں، ایک یہودی آتا ہے، چند سوالات کرتا ہے بَابِ مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ معارف کا دریا بہا دیتے ہیں، آخر وہ کہتا ہے اَ اَنْتَ نَبِیٌّ مِنَ الْاَنْبِیَآءِ (کیا آپ انبیاء میں سے ایک نبی ہو)۔آپ فرماتے ہیں وَیْحَکَ اَنَا عَبْدٌ مِّنْ عَبِیْدِ مُحَمَّدٍ تجھ پر افسوس ہے، میں محمدؐ کے غلاموں میں سے ایک غلام ہوں)۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے ہیں اور پہلے ہی خطبہ میں برسرِ منبر کیا فرما رہے ہیں: اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ قَدْ عَلِمْتُ اَنَّکُمْ تُوْنِسُوْنَ مِنِّیْ شِدَّۃً وَّ غِلْظَۃً وَ ذٰلِکَ اِنِّیْ کُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَکُنْتُ عَبْدَہٗ وَ خَادِمَہٗ۔ (مستدرک للحاکم) (ترجمہ: لوگو! مجھے خوب معلوم ہے کہ تم مجھ سے شدت اور سختی دیکھتے ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا پھر میں آپ کا غلام اور خادم تھا)۔

اونٹ آتا ہے، حضرت کو سجدہ کرتا ہے، (بزاء)۔ بکری آتی ہے، سجدہ کرتی ہے۔ صدیق اکبر و دیگر صحابہ بھی اجازت چاہتے ہیں اور آپ فرماتے ہیں لَا یَصْلُحُ لِبَشَرٍ اَنْ یَّسْجُدَ لِبَشَرٍ۔ (احمد، بزاء عن انس) آدمی کو مناسب نہیں کہ وہ آدمی کو سجدہ کرے)۔

اے دستِ ادب دامنِ شوقم تو رہا کن   تا یَنم وافتم بہ سرِ پائے محمدؐ

خدا کی بندگی اور اس کے سامنے عاجزی کوئی خدا کے حبیبؐ سے سیکھے۔ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ۔ (احزاب۔۲۱) (تمھارے لئے رسول اللہ میں بہترین نمونہ ہے)۔

آپ دُعا کرتے ہیں: اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ تَسْمَعُ کَلَامِیْ وَتَرٰی مَکَانِیْ وَتَعْلَمُ سِرِّیْ وَ عَلَانِیَتِیْ لَایَخْفٰی عَلَیْکَ شَیْءٌ مِنْ اَمْرِیْ وَاَنَا الْبَآئِسُ الْفَقِیْرُ الْمُسْتَغِیْثُ الْمُسْتَجِیْرُ الرَّجُلُ الْمُشْفِقُ الْمُقِرُّ الْمُعْتَرِفُ بِذَنْبِیْ اَسَالُکَ مَسْئَلَۃَ الْمِسْکِیْنِ وَاَبْتَھِلُ اِلَیْکَ ابْتِھَالَ الْمُذْنِبِ الذَّلِیْلِ وَاَدْعُوْکَ دُعَاءَ الْخَائِفِ الضَّرِیْرِ وَ دُعَاءَ مَنْ خَضَعَتْ لَکَ رَقَبَتُہٗ وَفَاضَتْ لَکَ عَبْرَتُہٗ وَ ذَلَّ لَکَ جِسْمُہٗ وَرَغِمَ لَکَ اَنْفُہٗ۔ (حزب الاعظم للقاری)

ترجمہ: اے اللہ تو میرا کلام سنتا ہے اور میرا مقام دیکھتا ہے میرا باطن و ظاہر جانتا ہے،

تجھ سے پوشیدہ نہیں میری کوئی بات، میں آفت زدہ ہوں، فقیرِ فریادی، پناہ خواہ، گھبرایا ہوا، خوف زدہ، اپنے گناہوں کا مقر اور معترف، میں تجھ سے ایسا سوال کرتا ہوں جیسے مسکین کرتا ہے اور تجھ سے ایسی التجا کرتا ہوں جیسے گنہگار، ذلیل کرتا ہے اور تجھے ایسا پکارتا ہوں جیسے خوف زدہ نابینا پکارتا ہے یا وہ پکارتا ہے جس کی گردن تیرے سامنے جھکی ہوئی ہے، جس کے آنسو تیرے سامنے بہتے ہیں، جس کا جسم تیرے سامنے ذلیل ہے، جس کی ناک تیرے سامنے خاک آلودہ ہے۔

اس دُعا کے ایک ایک لفظ پر غور کرو۔ کتنی بندگی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اب ان کے مقابل مالک کی سرفرازی بھی دیکھو کہ وہ آپ کے متعلق کیا کیا کلمات فرماتا ہے:

لَایَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ کُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُبِهٖ وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا۔ ترجمہ: میرا بندہ ہمیشہ میری قربت ڈھونڈ تا ہے نوافل سے حتیٰ کہ میں اس کو محبت کرتا ہوں پھر جب اس کو محبت کرتا ہوں تو اس کی سماعت بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی بصارت بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہوجاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

وَمَا رَمَیْتَ اِذْرَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ رَمٰی۔ (انفال۔ آیت ۱۷) تونے نہیں پھینکا جب کہ پھینکا مگر اللہ نے پھینکا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ۔ (الفتح۔ آیت ۱) جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں، خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ اور اپنے کتنے اسماء عظام سے آپ کو یاد فرماتا ہے۔ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ رَّحِیْمٌ۔ (توبہ۔ آیت ۱۲۸) (ایمان والوں پر رافت و رحمت کرنے والے)۔ قَدْجَآءَ کُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ۔ تمہارے پاس اللہ سے نور اور ایک کتاب آئی جو خوب بیان کرنے والی ہے اور فَقَدْ کَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَ هُمْ (انعام۔ آیت ۵) انھوں نے حق کی تکذیب کی جب ان کے پاس حق آیا اور اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ۔ بے شک یہ قول ہے رسولِ کریم کا اور فَسْئَلْ بِهٖ خَبِیْرًا۔ (الفرقان۔ آیت ۵۹)

(یہ بات خبیر سے پوچھو)۔

مالک کی طرف سے کیا کیا سرفرازیاں ہورہی ہیں اور یہ عظیم الشان قوی البرہان، عبداللہ ہے کہ اس کے نقطۂ نظر سے اس کی عبدیت، اس کا امکانِ ذاتی، اس کی عدمیتِ اصل کبھی نہیں نکلتی۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدِکَ وَابْنُ اَمَتِکَ نَاصِیَتِیْ بِیَدِکَ مَاضٍ فِیَّ حُکْمُکَ عَدْلٌ فِیَّ قَضَاءُ کَ۔ اے اللہ بے شک میں تیرا بندہ ہوں، تیرے بندے کا بیٹا ہوں، تیری بندی کا بیٹا ہوں، میری پیشانی کے بال تیرے ہاتھ میں ہیں، جاری ہے مجھ میں تیرا حکم، عدل ہے مجھ میں تیری قضا۔

کتنی وقاحت ہے ان جہالت مآبوں، ضلالت انتسابوں کی جو اس تصویر قدرت کے تاریک پہلو ہی پر، جو حقیقۃً ایک قسم کا نور ہی ہے۔ ان کی نظر پڑتی ہے اور آپ کو اپنا بڑا بھائی کہنے کی جرأت کرتے ہیں مگر میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ آپ کا غلام ہوتا تو بلال ہوتا اور فلکِ صحابیت پر ہلال ہوکر چمکتا، نعلین پا ہوتا تو عرشِ بریں پر ساتھ ہوتا۔ برا ہوں اور بے شک برا ہوں یَا رَسُوْلَ اللّٰہ مگر ہوں آپ کا کہ اَلطَّالِحُوْنَ لِیْ (برے میرے ہیں)۔

اس مُجَلِّی الذَّاتِ مُظْھِرُ الْاِسْمَآءِ وَالصِّفَاتِ رُوْحُ الْاَرْوَاحِ السَّارِیْ فِی الْاَشْبَاحِ "لَایُشَاکُ اَحَدُکُمْ بِشَوْکَۃٍ اِلَّا وَاجِدُ اَلَمَھَا"۔

مَجْمَعُ الْحَقَائِقِ اللَّاھُوْتِ مَنبَعُ دَقَائِقِ النَّاسُوْتِ۔ (الفیوضات الربانیہ) (ذات کا تجلی گاہ اسماء و صفات کا مظہر، روحوں کی روح جو تمام اجساد میں سرایت کی ہوتی ہے "تم میں سے کسی کے کانٹا نہیں چبھتا مگر یہ کہ اس کا الم میں پاتا ہوں" حقائق لاہوت کا مجمع وقائق ناسوت کا منبع (از: ادعیہ محبوب سبحانی سیدی عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا) کے اوصافِ جلیلہ و مراتبِ نبیلہ کو کوئی کہاں تک بیان کرے ؎

فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِیْہِ اَنَّہٗ بَشَرٌ ۔۔۔ وَاَنَّہٗ خَیْرُ خَلْقِ اللّٰہِ کُلِّھِمٖ

(علم کی رسائی آپ تک اتنی ہی ہے کہ آپ بشر ہیں اور تمام خلق اللہ سے بہتر ہیں)۔

تمت

نعت

اسلام کا پرچم عالم پر اڑوا دیا کملی والے نے
اَللّٰہُ اَحَد کا نقارہ بجوا دیا کملی والے نے

تاریکیٔ کفر و ضلالت تھی آفاق میں ہر سو چھائی ہوئی
خورشیدِ سرِ حقیقت کو چمکا دیا کملی والے نے

تثلیث پرستی ہر جا تھی اصنام کی ہوتی پوجا تھی
توحید کے رُخ سے پردے کو اٹھوا دیا کملی والے نے

دہریت ساری دور ہوئی ایمان سے جاں پرنور ہوئی
یوں رازِ حقیقت خوبی سے سمجھا دیا کملی والے نے

کفار کے دل سینوں میں جلے اور منہ کے بل اصنام گرے
جب نعرہ اَللّٰہُ اَکْبَر فرما دیا کملی والے نے

دل میں وہ بسا ایماں بن کر آنکھوں میں سمایا نورِ نظر
جو کچھ کہ نہ دیکھا تھا ہم نے دکھلا دیا کملی والے نے

ایمان سے دل معمور ہوا اور خارِ تردد دور ہوا
اس لطف سے رازِ پنہاں کو سمجھا دیا کملی والے نے

قوسین وجب وامکاں کے معراج میں جس دم آ کے ملے
سب دائرۂ وحدت کے سوا مٹوا دیا کملی والے نے

ہاں صبحِ ہدایت آئی نکل تاریکیٔ کفر ہوئی زائل
جب جَآءَ الْحَقُّ زَھَقَ الْبَاطِلُ فرما دیا کملی والے نے

اللہ نے فترضیٰ کا وعدہ جب بہرِ شفاعت فرمایا
پھر باغِ جناں میں امت کو پہنچا دیا کملی والے نے

اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَر اللہ نے فرمایا اس کو
بھر بھر کر جام محبت کا پلوا دیا کملی والے نے

محشر میں جو امت تھی نالاں جب ہو کر سجدہ میں گریاں
امت کو عذابِ دوزخ سے بچوا دیا کملی والے نے

جبریلِ امین جس دم آئے احکام خداوندی لائے
اللہ نے جو کچھ فرمایا پہنچا دیا کملی والے نے

معراج میں جس دم آئے نبی اللہ نے کہا اُدْنُ مِنِّی
تو شکر میں جو کچھ تھا اپنا لٹوا دیا کملی والے نے

جنت کے قریب پیمبر تھے خاموش و پریشاں آ کے کھڑے
اللہ سے کہہ کے درِ جنت کھلوا دیا کملی والے نے

اے حسرتِ شیدا فکر نہ کر ہیں ساتھ ہمارے پیغمبر
جب اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ فرما دیا کملی والے نے